رمضان المبارک اور انقلابِ زندگی

www.KitaboSunnat.com

خُرّم مُرادؒ

ILM
Leading into a better tomorrow
آئی ایل ایم ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امضا اور انقلابِ زندگی

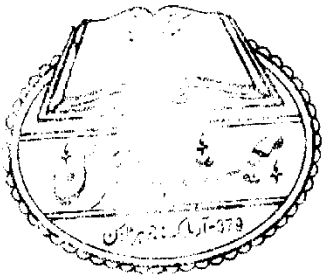

خُرّم مُرادؒ

آئی ایل ایم ٹرسٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ کتاب آئی ایل ایم ٹرسٹ

کے لیے منشورات نے شائع کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

دیباچہ	۷
❖ رمضان کیسے گزاریں	۹
❖ رمضان نیکیوں کا موسم بہار مبارک	۵۵
❖ اپنی تربیت کیسے کریں؟	۶۱
❖ نماز کیسے بہتر کریں؟	۱۰۱
❖ تلاوت قرآن کے آداب	۱۲۳
❖ قیام اللیل	۱۵۱
❖ شب قدر کی عظمت	۱۶۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک۔۔۔تمام مہینوں میں بزرگ و برتر ہے۔انتہائی مقدس اور بابرکت ہے۔ اس کی نسبت قرآن سے وابستہ ہے۔قرآن اللہ کی کتاب ہے۔شفا اور رحمت ہے۔ہدایت اور رہنمائی سے بھرپور ہے۔زندگی گزارنے کے لیے، زندگی کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اگر کوئی راستہ ہے تو وہ قرآن ہے۔

زندگی کی بہتری، اس کی تعمیر، اس کی خوبصورتی، اس کی کامیابی ہر انسان کی سوچ اور فکر میں اوّلین ترجیح ہوتی ہے۔ ہر انسان ایک ایسی زندگی چاہتا ہے جو خوشی اور اطمینان سے بھرپور ہو۔ شرمندگی، پچھتاوا، ناکامی، دھوکے اور نقصان سے محفوظ ہو۔

رمضان المبارک اپنی زندگی کو بدلنے کا، اس کو سمجھنے کا، اس کو صراطِ مستقیم پر آگے بڑھانے کا ایک موقع ہے۔ یہ صرف اور صرف قرآن کے ذریعے ہی ممکن ہے۔اگر آپ کو زندگی عزیز ہے، اگر آپ کو زندگی میں کامیابی مطلوب ہے، اگر آپ کو زندگی میں پاکیزگی حاصل کرنے کی خواہش ہے، اگر آپ کو اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی ضمانت چاہیے تو رمضان المبارک کو پانے کی کوشش کیجیے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے آپ اپنی زندگی کو تبدیل کرنے پر آمادہ ہیں، اپنی زندگی کو بدلنے کے لیے تیار ہیں، تو رمضان المبارک آپ کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آچکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس رمضان المبارک کو رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنی زندگی کو بدلنے کے لیے وقف کر دیجیے۔

رمضان المبارک کو میرے والد مرحوم خرم مراد رحمہ اللہ انتہائی اہمیت دیتے تھے۔ ہمارے گھر کا ماحول، اس کی فضائیں، اس کی تمام سرگرمیاں رمضان المبارک کا ہر لمحہ استقبال کرتی تھیں۔ رمضان المبارک ہمارے گھر کو اپنی رحمتوں کے گھیرے میں لے لیتا تھا۔ ان کے شب و روز، ان کی تڑپ اور جستجو دیکھنے والی ہوتی تھی۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ رمضان المبارک کو تھام لیں اس کو اپنی گرفت میں لے لیں اس میں خود بس جائیں، اس کی ہواؤں پر سوار ہو جائیں، اس کی خوشبو میں ڈوب جائیں۔

ان کی یہ خواہش دوسروں کے لیے بھی تھی، ہم سب کے لیے تھی۔ اُن کی تحریریں اس پر گواہ ہیں۔

میں اس موقع پر ان کی تحریروں سے ایک انتخاب پیش کر رہا ہوں تاکہ رمضان المبارک واقعی اللہ تعالیٰ کا فضل بن کر ہمارے لیے رحمت بن جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کا موقع دے۔

ڈاکٹر حسن صہیب مراد

صدر

آئی ایل ایم ٹرسٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رمضان کیسے گزاریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ

رمضان المبارک، قرآن مجید اور تقویٰ

چند دن کی بات ہے کہ ایک دفعہ پھر رمضان کا مبارک مہینہ ہمارے اُوپر سایہ فگن ہوگا، اور اس کی رحمتوں کی بارش ہماری زندگیوں کو سیراب کرنے کے لیے برس رہی ہوگی۔ اس مہینے کی عظمت و برکت کا کیا ٹھکانا جسے خود نبی کریم ﷺ نے **شھر عظیم** اور **شھر مبارك** کہا ہو! یعنی بڑی عظمت والا مہینہ اور بڑی برکت والا مہینہ! نہ ہم اس ماہ کی عظمت کی بلندیوں کا تصور کر سکتے ہیں، نہ ہماری زبان اس کی ساری برکتیں بیان کر سکتی ہیں۔

رمضان المبارک عظیم کیوں؟

اس ماہ کے دامن میں وہ بیش بہا رات ہے کہ اس ایک رات میں ہزاروں مہینوں سے بڑھ کر خیر و برکت کے خزانے لٹائے گئے اور لٹائے جاتے ہیں۔ وہ مبارک رات جس میں ہمارے رب نے اپنی سب سے بڑی رحمت ہمارے اوپر نازل فرمائی اِنَّـآ اَنْزَلْنٰـهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ، ہم نے اسے، کتاب مبین کو، برکت والی رات میں اتارا (الدخان ۴۴:۲)۔ یہ کتاب مبین کیا ہے؟ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ تمھارے رب کی طرف سے رحمت ہی رحمت۔

لیکن، سچ پوچھیے تو اس ماہ کا ہر روز، روزِ سعید ہے، اور اس ماہ کی ہر شب، شب مبارک۔ دن روشن ہوتا ہے تو ان گنت بندوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے کہ وہ، اپنے مالک کی اطاعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور رضا جوئی کی خاطر، اپنے جسم کی جائز خواہشات اور اس کے ضروری مطالبات تک ترک کر کے گواہی دیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب اور مطلوب ومقصود ہے، اس کی اطاعت وبندگی کی طلب ہی زندگی کی اصل بھوک پیاس ہے، اور اس کی خوشنودی ہی میں دلوں کے لیے سیری اور رگوں کے لیے تری کا سامان ہے۔ رات کا اندھیرا چھاتا ہے تو بے شمار بندے اللہ تعالیٰ کے حضور قیام، اس سے کلام، اور اس کے ذکر کی لذت وبرکت سے مالا مال ہوتے ہیں، اور ان کے دل شیشے کے چراغوں کی طرح منور ہو کر ایسے جگمگاتے ہیں جیسے آسمانوں پر رات کے ستارے:

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (النور ۲۴:۳۵)

اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا۔

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ (النور ۲۴:۳۷)

(ایسے) لوگ جنھیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے اور اقامت صلوٰۃ وادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر دیتی۔

اس ماہ کی ہر گھڑی میں فیض و برکت کا اتنا خزانہ پوشیدہ ہے کہ نفل اعمال صالحہ، فرض اعمال صالحہ کے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں، اور فرائض ستر گنا زیادہ وزنی اور بلند ہو جاتے ہیں (بیہقی: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ)۔ رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور رحمتوں کی بارش ہوتی ہے، جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور نیکی کے راستوں پر چلنے کی سہولت اور توفیق عام ہو جاتی ہے، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور روزہ بدی کے راستوں کی رکاوٹ بن جاتا ہے، شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور برائی پھیلانے کے مواقع کم سے کم ہو جاتے ہیں۔ (بخاری، مسلم، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پس بشارت دی ہے نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو جو رمضان المبارک میں روزے رکھے کہ اس کے سارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے، اور اس شخص کو جو راتوں میں نماز کے لیے کھڑا رہے کہ اس کے بھی گناہ بخش دیے جائیں گے، اور وہ جو شب قدر میں قیام کرے، اس کے بھی۔ بس شرط یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی باتوں اور وعدوں کو سچا جانے، اپنے عہد بندگی کو وفاداری بشرط استواری کے ساتھ نبا ہے، اور خود آگہی و خود احتسابی سے غافل نہ ہو۔ (بخاری، مسلم، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

آپ کا حصّہ

اس مہینے کی عظمت اور برکت بلاشبہ عظیم ہے، لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کی رحمتیں اور برکتیں ہر اس شخص کے حصّے میں آجائیں جو اس مہینے کو پالے۔ جب بارش ہوتی ہے تو مختلف ندی نالے اور تالاب اپنی اپنی وسعت و گہرائی کے مطابق ہی اس کے پانی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ زمین کے مختلف ٹکڑے بھی اپنی استعداد کے مطابق ہی فصل دیتے ہیں۔ بارش سب پر یکساں برستی ہے، مگر ایک چھوٹے سے گڑھے کے حصّے میں اتنا وافر پانی نہیں آتا جتنا ایک لمبے چوڑے تالاب میں بھر جاتا ہے۔ اسی طرح، جب پانی کسی چٹان یا بنجر زمین پر گرتا ہے تو اس کے اوپر ہی سے بہہ جاتا ہے اور اس کو کوئی نفع نہیں پہنچاتا، لیکن اگر زمین زرخیز ہو تو وہ لہلہا اُٹھتی ہے۔ یہی حال انسانوں کی فطرت اور ان کے نصیب کا ہے۔

رمضان المبارک کے ان خزانوں میں سے آپ کو کیا کچھ ملے گا؟ زمین کی طرح، آپ کے دل نرم اور آنکھیں نم ہوں گی، آپ ایمان کا بیج اپنے اندر ڈالیں گے، اور اپنی صلاحیت و استعداد کی حفاظت کریں گے، تو بیج پودا بنے گا اور پودا درخت۔ درخت اعمال صالحہ کے پھل پھول اور پتیوں سے لہلہا اٹھیں گے، اور آپ ابدی بادشاہت کی فصل کاٹیں گے۔ کسان کی طرح، آپ محنت اور عمل کریں گے تو جنت کے انعامات کی فصل تیار ہوگی، اور جتنی محنت کریں گے، اتنی ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اچھی فصل ہوگی۔ دل پتھر کی طرح سخت ہوں گے اور آپ غافل کسان کی طرح سوتے پڑے رہ جائیں گے، تو روزوں اور تراویح اور رحمت و برکت کا سارا پانی بہہ جائے گا، اور آپ کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے گا۔

توفیق الٰہی کے بغیر کچھ نہیں ملتا۔ لیکن یہ توفیق بھی اسی کو ملتی ہے جو کوشش اور محنت کرتا ہے۔ دیکھیے، اللہ تعالیٰ کیا کہتا ہے؟ آپ اس کی طرف ایک بالشت چلیں گے تو وہ آپ کی طرف دو بالشت بڑھے گا، آپ اس کی طرف چلنا شروع کریں گے تو وہ آپ کی طرف دوڑتا ہوا آئے گا (مسلم: ابوذر رضی اللہ عنہ)۔ لیکن آپ کھڑے رہیں، پیٹھ پھیر کر، غافل اور لاپروا، تو بتایئے کہ توفیق الٰہی آپ کے پاس کیسے آئے گی؟

تو ایسا نہ کیجیے کہ رمضان کا پورا مہینہ گزر جائے، رحمتوں اور برکتوں کے ڈول کے ڈول انڈیلے جاتے رہیں، اور آپ اتنے بدنصیب ہوں کہ آپ کی جھولی خالی رہ جائے۔ کچھ کرنے کے لیے اور اپنے حصّے کی رحمتیں لوٹنے کے لیے کمر کس لیجیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تنبیہ کو اچھی طرح یاد رکھیے:

کتنے روزہ دار ہیں جن کو اپنے روزوں سے بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اور کتنے راتوں کو نماز پڑھنے والے ہیں جن کو اپنی نمازوں سے رت جگے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (الدارمی: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

سارا انحصار آپ پر ہے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان سے پہلے اپنے رفقا کو مخاطب کر کے اس مہینے کی عظمت و برکت بھی بیان کرتے، اور اس کی برکتوں کے خزانوں سے اپنا بھرپور حصّہ لینے کے لیے پوری محنت اور کوشش کی تاکید بھی فرماتے۔ آج سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں میرا مقصد بھی یہی ہے۔ یعنی یہ بتاؤں کہ رمضان کے مہینے میں جو برکت و عظمت ہے اس کا راز کیا ہے، اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے کس اہتمام اور تیاری کی ضرورت ہے، کن امور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو ملحوظ رکھنا اور ان پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے، وہ کون سے طریقے ہیں جن پر چلنے سے منزل ہاتھ آسکتی ہے، اور کون سی روش ہے جس پر نکل جانے سے راہ کھوٹی ہو جاتی ہے۔

برکت وعظمت کا راز

رمضان کے مہینے میں جو عظمت اور برکت ہے اس کا راز کس چیز میں پوشیدہ ہے، یہ جاننا سب سے پہلے ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ جانے بغیر اس کے خزانوں سے اپنا دامن بھرنا ممکن نہیں۔ نہ اس یکسوئی، عزم اور محنت کا اہتمام ممکن ہے جو اس مقصد کے لیے ناگزیر ہے۔ اس عظمت و برکت کا سارا راز صرف ایک چیز میں پوشیدہ ہے۔ وہ یہ کہ اس مہینے میں قرآن مجید نازل کیا گیا، یعنی نزول شروع ہوا، پورے کا پورا لوح محفوظ سے اتار کر جبریل علیہ السلام کے سپرد کیا گیا، یا نزول کا فیصلہ صادر کر دیا گیا۔

گویا کہ اس ماہ میں رب رحمٰن ورحیم کی بے پایاں رحمت نے ہم جیسے انسانوں کی رہنمائی کا سامان فرمایا، اس کی حکمت لامتناہی نے ہماری سوچ اور عمل کی راہیں روشن کیں، صحیح اور غلط کو پرکھنے کے لیے وہ کسوٹی عطا کی جو غلطی، کجی اور تغیّر وتبدل سے پاک ہے۔ یہ اس وقت ہوا جب رمضان کی ایک صبح، سحر کے وقت، کلام الٰہی کی پہلی کرن نے قلب محمدی ﷺ کو منور کر دیا۔ یعنی بات یہ نہیں ہے کہ رمضان کا مہینہ اس لیے مبارک ہوا کہ اس میں روزے رکھے جاتے ہیں اور تلاوت قرآن کا اہتمام ہوتا ہے۔ نہیں، بلکہ بات یوں ہے کہ روزوں اور تلاوت قرآن کے لیے اس ماہ کا انتخاب اس لیے ہوا کہ نزول قرآن کے عظیم الشان اور منفرد و بے مثال واقعے کی وجہ سے یہ مہینہ پہلے سے عظیم اور جلیل القدر ہو چکا تھا۔ یہ عظیم الشان واقعہ اس بات کا متقاضی ہوا کہ اس کے دنوں کو روزوں کے لیے اور راتوں کو قیام و تلاوت کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو یوں آشکار فرمایا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ (البقرۃ ۲:۱۸۵)

رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو سارے انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے، اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس مہینے کو پائے لازم ہے کہ وہ اس میں روزے رکھے۔

نعمت قرآن

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے اعلیٰ اور بے مثل نعمت ہے، اور اس کی رحمتوں میں سب سے بڑی رحمت۔ اس کا نزول تاریخ انسانی کا سب سے عظیم واقعہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کے جوش و خروش کا اس دُنیا میں سب سے بڑا ظہور۔ اسی لیے تو اس نے فرمایا: اَلرَّحْمٰنُ o عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ o (الرحمٰن ۵۵:۱-۲) ''وہ بے انتہا رحم والا ہے جس نے قرآن کی تعلیم دی'' اور تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o (حٰمٓ السجدۃ ۴۱:۲) اتارا گیا ہے بے انتہا رحم والے اور بے انتہا رحم کرنے والے کی طرف سے۔ انسان کے لیے عدل و قسط کی کوئی میزان ہے تو یہی قرآن ہے، روشنی ہے تو یہی ہے، نسخہ شفا ہے تو یہی ہے۔

ویسے تو ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حد و حساب ہیں۔ ہم ہر لمحہ دونوں ہاتھوں سے ان نعمتوں کے خزانے لوٹ رہے ہیں۔ لیکن دُنیا، اور دُنیا کی ہر نعمت، بس اسی وقت تک ہماری ہے جس وقت تک سانس آ رہی ہے اور جا رہی ہے۔ آخری سانس نکلی تو زندگی کے سارے لمحات بھی ختم، اور دُنیا کی ساری نعمتیں بھی ہمارے لیے ختم۔ جو چیز زندگی کے ان فانی لمحات کو لازوال زندگی میں، ان ختم ہو جانے والی نعمتوں کو ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں میں بدل سکتی ہے، وہ صرف اور صرف قرآن کی نعمت ہے۔ اسی لیے یہ دُنیا کے سارے خزانوں سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے۔ اسی لیے جس رات یہ نازل کیا گیا اس کا لیلہ مبارکہ اور لیلۃ القدر فرمایا۔ اور جہاں جہاں اس کے اتارے جانے کا ذکر فرمایا، اکثر اس کا رشتہ اپنی رحمت، بار بار کی جانے والی رحمت، اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے پایاں حکمت، اور اپنی بے پناہ قوت کے ساتھ جوڑا۔ پھر اسی لیے رمضان کے اختتام پر جشن عید منانے کو کہا کہ یہ مہینہ نزول قرآن کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (یونس ۱۰:۵۷۔۵۸)

لوگو، تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔ اے نبی ﷺ، کہو کہ "یہ اللہ کا فضل ہے اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی۔ اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے، یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنھیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔

سب دن اور سب مہینے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ یہ سب خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لیکن بعض لمحات ایسے آتے ہیں جن کے ساتھ ساری انسانیت اور ساری کائنات کا مقدر وابستہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی لمحہ وہ تھا جب غار حرا میں ہدایت خداوندی کی آخری کرن داخل ہوئی، اور نبی کریم ﷺ اس کے امین و حامل بنے۔ اسی عظیم لمحے کا امین ہے رمضان المبارک کا مہینہ، اور یہی ہے رمضان المبارک کی عظمت و برکت کا راز۔

رمضان میں روزہ اور تراویح کیوں؟

نزول قرآن کے سالگرہ کے مہینے میں ہر دن کو روزہ رکھنے اور ہر رات کو چند گھڑیاں کھڑے ہو کر قرآن سننے کے لیے کیوں مخصوص کیا گیا؟ یہ بات سمجھنا کچھ مشکل نہیں اگر آپ یہ جان لیں کہ قرآن مجید کی نعمت کی حقیقت کیا ہے، اور تھوڑا سا غور کر لیں کہ قرآن مجید کا امین و حامل ہونے کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی عظیم امانت اور مشن

نعمت جتنی بیش بہا ہو اس کا حق ادا کرنے کی ذمہ داری اتنی ہی بھاری ہوتی ہے۔ اللہ کی کتاب اور اس کا کلام سب سے بڑی رحمت اور برکت ہے، اس لیے یہ اپنے دامن میں ذمہ داریوں کی ایک پوری دُنیا رکھتی ہے۔ یہ ذمہ داریاں اس حوالے سے ہیں کہ یہ کتاب زندگی کے اصل مقصد، اور زندگی کو کامیاب اور بامراد بنانے کے لیے صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ یہ کتاب انسان کے سارے باطنی وظاہری اور انفرادی واجتماعی امراض کے لیے نسخۂ شفا ہے۔ یہ کتاب اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لیے چراغِ راہ ہے۔

دیکھیے تو ہدایت الٰہی کا یہ انعام دو بڑی ذمہ داریاں اپنے ساتھ لاتا ہے۔

ایک: اس کی بتائی ہوئی راہ پر خود چلنا، اس کی روشنی میں اپنی زندگی کا سفر طے کرنا، اس کے نسخۂ شفا کو اپنی بیماریوں کے علاج کے لیے استعمال کرنا، اپنے دل کو، اپنی سوچ کو، فکر وعمل کو، سیرت وکردار کو اس کے بتائے ہوئے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش میں لگ جانا۔

دوسرے: جو ہدایت، هُدًى لِّلنَّاسِ ہے، سارے انسانوں کے لیے ہے صرف اپنے نفس کے لیے نہیں، اس ہدایت کو الناس تک پہنچانا، ان کو اس کی راہ پر چلنے کی دعوت دینا، اندھیروں میں راستوں پر روشنی کرنا، اور بیماروں تک دوا پہنچانا۔

سوچیے تو دوسری ذمہ داری پہلی ذمہ داری ہی کا لازمی تقاضا ہے۔ اور اس کا ایک ناگزیر حصّہ۔ دوسرا کام کیے بغیر پہلا کام کبھی مکمل نہیں ہوسکتا۔ ایک طرف تو یہ علم وایمان ہونا کہ قرآن مجید هُدًى لِّلنَّاسِ ہے، اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔ بھٹکنے والوں کا یہ حق ہے کہ جو راستہ جانتا ہو، وہ ان کو راہ بتائے، اور یہی حق بیماروں کا ہے کہ جس کے پاس دوا ہو وہ ان تک دوا پہنچائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف، جب تک دوسروں کو قرآن کی راہ پر چلانے کے لیے کوشش اور محنت نہ ہو، خود آپ کا اپنا صحیح راہ پر، قرآن کی بتائی ہوئی راہ پر، چلنا بھی ناقص اور نامکمل رہے گا۔ اس طرح خود اپنی منزل بھی کھوٹی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ دعوت و جہاد تو قرآن پر عمل کرنے کا، سلوک قرآنی کا، ایک لازمی حصّہ ہے، بلکہ چوٹی کا عمل ہے۔ اس لیے کہ آپ کی زندگی دوسرے انسانوں کی زندگیوں سے تعلقات و روابط میں اس طرح گتھی ہوئی ہے کہ جب تک وہ بھی اس راہ پر نہ چلیں، آپ کا تنہا چلنا مشکل ہے، اور پوری طرح چلنا اور زیادہ مشکل ہے۔

دیکھیے، نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو وہ اِقْـــرَاء کی ہدایت لائی۔ ''پڑھو''۔ پڑھنے میں سنانے کا کام شامل ہے۔ دوسری وحی نے یہ بات بالکل کھول دی۔ ایک مختصر وقفے کے بعد فرمایا گیا، قُمْ فَاَنْذِر، یعنی کھڑے ہو جاؤ اور آگاہ کردو، اور ربك فَكَبِّرْ، یعنی سارے انسانوں کے سامنے اللہ کی کبریائی کا اعلان کرو اور ان کے اوپر اس کی کبریائی قائم کردو۔ وہی بڑا ہو اور باقی سب بڑائیاں اس کے آگے سرنگوں ہو جائیں، یہاں تک کہ زمین پر کوئی خدا بن کر راج نہ کرے، کوئی خود کو اور اپنی مرضی کو اپنے جیسے انسانوں پر مسلط نہ کرے، اور انسان کی گردن صرف اپنے خالق اور مالک کے آگے جھکے۔

غور کیجیے تو اُمت مسلمہ کی تشکیل صرف اسی غرض کے لیے ہوئی ہے۔ ورنہ یہ سب جانتے ہیں کہ جس وقت قرآن مجید کا نزول شروع ہوا، اس وقت خدا کے ایسے بندے موجود تھے جو توحید کے قائل تھے، رسالت و کتاب پر ایمان رکھتے تھے، جو عبادت گاہوں میں رات رات بھر کھڑے ہو کر اللہ کی بندگی کرتے تھے اور وہ لوگ بھی موجود تھے جو روزے رکھا کرتے تھے۔ ان کے خدا سے تعلّق اور اخلاق حسنہ کی تعریف خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کی ہے۔ پھر ایک نئی رسالت، ایک نئی دعوت، اور ایک نئی اُمت کیوں ضروری ہوئی؟ ایک طرف تو اس لیے کہ ایمان و عمل کی راہیں انسانوں کی ساری گمراہیوں سے پاک ہو کر روشن ہو جائیں۔ لیکن دوسری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف اس لیے کہ ایک ایسی اُمت وجود میں آئے جو انسانوں کے سامنے اپنے رب اور اس کے دین کی گواہ بن کر کھڑی ہو، تاکہ انسان انصاف پر قائم ہو جائیں: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ ۲:۱۴۳)۔

یہ قرآن کا مشن ہے۔ یہی وہ مشن ہے جو قرآن کو پانے اور قرآن کی امانت کا حامل بننے کے نتیجے میں میرا، اور آپ کا، اور قرآن پر ایمان کا دعویٰ کرنے والی اس ساری اُمت کا مشن قرار پاتا ہے۔

یہ ذمہ داری کتنی بھاری اور بڑی ذمہ داری ہے اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ ساری انسانیت کو صحیح راہ پر ڈالا جائے، یہ ایک انتہائی عظیم الشان کام ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ پہلا پیغام لے کر غارِ حرا سے گھر آئے تو کانپتے اور لرزتے ہوئے آئے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اس کلام کی امانت کو ایک بھاری بات، قولِ ثقیل کہا، اور کمر توڑ بوجھ قرار دیا۔ یہ کوئی آسان کام نہیں، لیکن ایسا مشکل بھی نہیں کہ اس کا اٹھانا انسان کے بس سے باہر ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ، جو رحمٰن و رحیم اور عادل و حکیم ہے، ایسا بوجھ کیوں ڈالتا۔

بس اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے اپنے اندر ایک ایسا انسان بنانے کی ضرورت ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو اور اپنی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ نیا انسان بننے کے لیے، اور ایسی دُنیا بنانے کے لیے جہاں حکم صرف اللہ کا چلے اور گردنیں صرف اس کے آگے جھکیں، قرآن پر ایمان بھی ضروری ہے، قرآن کا علم بھی ضروری ہے، قرآن سے مسلسل گہرا ربط بھی ضروری ہے، صبر اور استقامت بھی درکار ہے، اور مسلسل جدوجہد اور قربانی بھی ناگزیر ہے۔ قرآن کا مشن بڑی اعلیٰ صفات کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ انسان قرآن کا پرچم اٹھائے تو فکر اور کردار کو بھی بلندیوں کی طرف اٹھائے۔ اس کے لیے خصوصی قوت اور استعداد کی ضرورت ہے۔

قرآن، تقویٰ اور روزہ کا تعلّق

اس قوت و استعداد کا، اور ان اعلیٰ صلاحیتوں کا سرچشمہ ہے تقویٰ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب کے شروع ہی میں یہ واضح کر دیا کہ اس کتاب سے وہی صحیح راہ دیکھ سکتے ہیں، راہ پر لگ سکتے ہیں اور راہ پر چل سکتے ہیں، جو تقویٰ رکھتے ہوں: هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ دوسری طرف روزے رکھنے کا مقصد، یا یوں کہیے کہ روزوں کا حاصل یوں بیان کیا کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تمھارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

ان دونوں آیتوں کو ملا کر پڑھیے! آپ فوراً اس راز کو پالیں گے کہ روزے سے قرآن مجید کو اتنا گہرا تعلق کیوں ہے، اور نزول قرآن کی سالگرہ کے مہینے کو روزوں کے لیے کیوں مخصوص فرمایا گیا۔ اس ماہ کی بابرکت گھڑیوں سے زیادہ موزوں وقت اس بات کے لیے اور کون سا ہوسکتا تھا کہ روزے کے ذریعے تقویٰ کی وہ صفت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جس سے قرآن کی راہ آسان ہو، اور قرآن کی امانت کا بوجھ اٹھانا ممکن ہو؟

تقویٰ کیا ہے؟

تقویٰ بڑی اونچی اور بیش بہا صفت ہے، اور ساری مطلوبہ صفات کی جامع بھی۔ جو تقویٰ کی صفت رکھتے ہوں ان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دُنیا اور آخرت کی ساری بھلائیوں کی ضمانت دی ہے۔ تقویٰ وہ چیز ہے جس سے ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ ملتا ہے۔ تقویٰ وہ ہے جس سے رزق کے دروازے اس طرح کھلتے ہیں کہ سان وگمان بھی نہیں ہوتا۔ تقویٰ کی وجہ سے دین اور دُنیا کے سارے کام آسان ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برائیاں جھاڑ دیتا ہے، اور اجرِ عظیم سے نوازتا ہے۔ متقین ہی وہ ہیں جن کو اس جنت کی بشارت دی گئی ہے جس کی وسعت میں زمین و آسمان سما جائیں، انھی سے اس مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے جو اس جنت کی طرف لے جانے والی ہے۔ جنت تو ان کی وراثت ہے ہی، دُنیا میں بھی آسمان و زمین سے برکتوں کے دہانے کھول دینے کا وعدہ ان سے کیا گیا ہے جو ایمان اور تقویٰ کی صفت سے آراستہ ہوں۔

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْاَرْضِ (الاعراف ۷:۹۶)

اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

تقویٰ کیا ہے؟ بات سمیٹ کر کہی جائے تو کہنا چاہیے کہ تقویٰ، قلب و روح، شعور و آگہی، عزم و ارادہ، ضبط و نظم، اور عمل و کردار کی اس قوت اور استعداد کا نام ہے کہ جس کے بل پر ہم اس چیز سے رک جائیں جس کو ہم غلط جانتے اور مانتے ہوں اور اپنے لیے نقصان دہ سمجھتے ہوں، اور اس چیز پر جم جائیں جس کو صحیح جانتے اور مانتے ہوں۔ تقویٰ کے لغوی معنی بچنے کے ہیں۔ ان معنوں میں یہ تقویٰ کا بالکل بنیادی اور ابتدائی مفہوم ہے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔

یہ قوت ہماری فطرت میں ودیعت ہے کہ ہم نقصان و تکلیف سے بچیں، نفع کا لالچ کریں، اور اس کے حصول کی کوشش کریں۔ ہمارے اندر اس کی طلب اور قوت نہ ہو، تو انسان کی زندگی کی بقا بالکل ناممکن ہے، نہ وہ ترقی کر سکتا ہے۔ ہم جلتی آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتے، بلکہ ہمارا ہاتھ خود بخود آگ کے پاس سے کھینچ کر واپس لوٹ آتا ہے۔ ہمارا بچہ غلطی سے آگ کے قریب بھی چلا جائے تو ہم بے چین ہو کر لپکتے ہیں کہ کسی طرح اس کو بچا لیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہمیں اس بات پر یقین ہے کہ آگ میں ہمارا ہاتھ جل جائے گا، آگ بچہ کو جلا دے گی، وہ مر سکتا ہے۔ یہ دُنیا کی آگ کا تقویٰ ہے۔ اس آگ کا نقصان ہمارے تجربے میں ہے، یہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اس لیے اس سے بچنے کی استعداد اتنی طاقتور ہے۔

ایک آگ اور ہے۔ یہ آگ ایمان و عمل اور فکر و اخلاق کی خرابیوں سے بھڑکتی ہے۔ کن راہوں پر چلنے سے اس دُنیا اور آنے والی دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی اس آگ میں گرنا اور جلنا ممکن ہے، یہی بات قرآن مجید بتاتا ہے۔ وہ خبردار کرتا ہے کہ ان راہوں کے قریب نہ جاؤ، اس آگ سے بچو۔ حق کا انکار، نافرمانی، ظلم، جھوٹ، حرام مال، دوسروں کا حق مارنا، ان کو ایذا پہنچانا..... یہ سب آگ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ آگ ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، ان کا ہمیں کوئی تجربہ نہیں، اس آگ میں ہاتھ ڈال کر ہم جلنے کا مزہ فوراً اور ابھی نہیں چکھتے۔ دُنیا کی آگ سے ہم اس لیے لازماً بچتے ہیں کہ اسے ہم دیکھتے ہیں، اس میں جلنے کا مزہ ہم فوراً اور ابھی چکھتے ہیں۔ اس کے نقصان پر ہمیں پورا پورا یقین ہے۔ اگر ایسا ہی یقین ہمیں اس بات پر ہو جائے کہ جھوٹ بولنے سے زبان آگ میں جل رہی ہے، حرام کھانے سے پیٹ آگ کے انگاروں سے بھر رہا ہے، یا حرام پر چلنے سے آگ اوڑھنا بچھونا اور کھانا پینا بن رہی ہے، تو پھر یقیناً ہمارے دلوں اور جسم و جان میں وہ قوت اور استعداد پیدا ہوگی جو ہمیں ان کاموں سے روکنے میں کامیاب ہو۔

یہ اللہ کا اور اس کی آگ کا تقویٰ ہے۔ اس تقویٰ کا پہلا سرچشمہ ایمان بالغیب ہے۔ متقین جو قرآن سے ہدایت پاتے ہیں، اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (البقرۃ ۲:۳) وہ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ آج کی ایمان خرابی اور بدعملی ہی کل کی آگ ہے، اگرچہ اسے ہم آج دیکھ نہیں سکتے۔ اس بات پر یقین ہی سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ اسی یقین سے وہ قوت پیدا ہوتی ہے جو راہِ قرآن پر چلنے کے لیے سب سے بڑھ کر درکار ہے، وہ زادِ راہ حاصل ہوتا ہے جو سب سے زیادہ ضروری ہے۔

تقویٰ کی یہ حقیقت سامنے رکھ کر غور کیجیے۔ آپ فوراً یہ سمجھ لیں گے کہ تقویٰ کے لیے سب سے پہلی بات یہ ضروری ہے کہ ہم اقدار اور اخلاق و اعمال میں صحیح اور غلط، حق اور باطل کا ایک مستقل ضابطہ اور معیار تسلیم کریں، اور اس کی پابندی کریں۔ جو لوگ کہیں کہ عقائد و اخلاق میں صحیح اور غلط کا کوئی مستقل وجود اور ضابطہ و معیار نہیں، یہ اضافی چیزیں ہیں جو زمانے اور حالات کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں۔ جو کل صحیح تھا، آج غلط ہو سکتا ہے اور جو آج غلط ہے وہ کل صحیح ہو سکتا ہے، یا آدمی ایمان دار ہو یا بے ایمان کوئی فرق نہیں پڑتا، ان کے لیے تقویٰ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانا ہے۔ اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ حق اور صحیح صرف وہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو اس کا حکم ہو، جس سے اس کی رضا حاصل ہوتی ہو، جس کا علم اس نے دیا ہو۔ ہر وہ چیز جو اس کو ناراض کرنے والی ہو، جس سے اس کا غضب بھڑکتا ہو، جس سے اس کی نافرمانی ہوتی ہو، وہ غلط اور باطل ہے، وہ ضرر رساں اور نقصان دہ ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کو رب ماننے کے معنی یہ بھی ہیں کہ کچھ حقیقتیں ایسی ہیں جو ہم دیکھ نہیں سکتے، چکھ نہیں سکتے، جو ہمارے حواس کی گرفت سے باہر ہیں، جو جسم و جان سے ماورا ہیں، جو بھوک پیاس سے بالاتر ہیں، جو خواہشات کی فوری تکمیل سے زیادہ مزے دار اور قیمتی ہیں۔

اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ صحیح اور غلط کا علم صرف وہی دے سکتا ہے، اور ان حقیقتوں کا علم بھی صرف اسی سے حاصل ہو سکتا ہے، جس کے پاس غیب اور شہادت دونوں کا علم ہے، اور جس کی مرضی ہی صحیح اور غلط کی کسوٹی ہے۔

متقی وہ بن سکتے ہیں جو ان غیبی امور پر ایمان لائیں۔ جو ان باتوں کو مان لے اس کے لیے ایک ہی راستہ ہے۔ وہ یہ کہ وہ اپنے تن، من، دھن سب کو پورا کا پورا اپنے رب کے حوالے کر دے۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سوچنا بولنا، سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو، اس کی بندگی کے لیے وقف ہو جائے۔ جو کچھ اس نے دیا ہے..... خواہ مال ہو یا وقت، مادی نعمت ہو یا معنوی..... اس کی راہ میں لگا دے اور اسی کے لیے خرچ کرے۔ پوری زندگی اس فکر میں گزارے کہ کل اس سے ملاقات کرنا ہے، اور اس وقت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے۔

یہی ہے وہ تقویٰ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے آغاز ہی میں بیان فرما دیا ہے..... غیب پر ایمان، جسم و جان سے بندگی نماز کی شکل میں، اس کا دیا ہوا اسی کی راہ میں خرچ کرنا، حق و باطل کی کسوٹی کے لیے وحی پر ایمان، اور آخرت پر یقین۔

جو اللہ کو اپنا رب کہے، اور اس کے بعد بھی اپنے جسم و جان کی قوتوں کو، اپنے وقت اور مال کو ان راہوں میں لگائے جو اس کو ناپسند ہیں، اور ان چیزوں سے نہ بچے جو اس کے غضب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آگ بھڑکانے والی ہیں، وہ تقویٰ سے محروم ہے۔ تقویٰ صرف ظاہری رسوم کی پابندی کا نام نہیں۔ یہ اپنے اندر کی قوت اور یقین کا نام ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، تقویٰ تو یہاں ہے۔ (مسلم، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)۔

تقویٰ اور روزہ کا تعلّق

تقویٰ کے یہ معنی آپ ذہن میں رکھیں، تو یہ بات سمجھنا کچھ دشوار نہیں کہ یہ تقویٰ پیدا کرنے کے لیے، روزہ، قیام لیل، اور تلاوت قرآن سے زیادہ موثر کوئی اور نسخہ مشکل ہی سے ہوسکتا تھا، اور اس نسخہ کے استعمال کے لیے رمضان المبارک ہی سب سے زیادہ موزوں مہینہ تھا۔ روزہ، اور قیام لیل میں تلاوت قرآن، دونوں کو رمضان کے مہینہ میں جمع کر کے اللہ تعالیٰ نے دراصل اس تقویٰ کے حصول کا راستہ ہمارے لیے کھول دیا ہے۔

ہم روزہ رکھتے ہیں تو صبح سے شام تک اپنے جسم کے جائز مطالبات تک کو، بھوک، پیاس جیسے مطالبات تک کو، پورا کرنے سے اللہ کی رضا کی خاطر رک جاتے ہیں، اور اس کے اجر و انعام کی خاطر اپنی جائز خواہشات بھی قربان کر دیتے ہیں۔ رات آتی ہے تو کھڑے ہو کر اس کا کلام سنتے ہیں، اور مہینہ بھر میں کم سے کم ایک دفعہ پوری کتاب سن لیتے ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ زبان نہ جاننے اور محنت نہ کرنے کی وجہ سے ہمارے پلے کچھ نہیں پڑتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے کیا کہا اور ہم نے کیا سنا۔ لیکن منشائے خداوندی بالکل واضح ہے کہ اس مہینے میں ہم ایک مرتبہ اس پوری ہدایت سے روشناس ہو جائیں جو اس نے قرآن مجید کی صورت میں ہمیں عطا فرمائی ہے، اور جس پر خود عمل کرنا اور جس کی طرف دوسروں کو بلانا ہمارا اولین فرض ہے۔ تلاوت قرآن سے علم و ایمان کا حصول ہوتا ہے، اور روزے سے قوت عمل کا۔

روزے میں، جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے ہم کھاتے ہیں، اور جب اس کا حکم ہوتا ہے ہم رک جاتے ہیں۔ نہ کھانا حرام ہے نہ پینا، لیکن روزے میں ہم ان بالکل بنیادی ضروریات کو بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اطاعت رب کی خاطر اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں جن کو پورا کرنا دوسرے اوقات میں نہ صرف جائز بلکہ فرض ہوتا ہے۔ اس طرح ہم یہ قوت پیدا کرتے ہیں کہ ہر اس چیز سے رک جائیں جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، خواہ اس کے لیے ہماری ضرورت اور خواہش کتنی ہی شدید ہو، اور وہ ہمیں کتنی ہی صحیح اور جائز نظر آئے۔

روزے سے ہمارا یہ یقین بھی راسخ ہوتا ہے کہ جن حقیقتوں کی خبر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے دی ہے، جو مادی و حسی نہیں ہیں، وہ بھوک، پیاس اور جنس جیسی مادی حقیقتوں سے کہیں زیادہ بالا، بیش بہا اور لذیذ ہیں۔ ہم صرف روٹی سے نہیں جیتے، اعلیٰ اخلاقی مقاصد، زندگی کے لیے ناگزیر ہیں۔ اس طرح سے ہمارے اندر یہ قوت پیدا ہوتی ہے کہ بلند تر روحانی اور اخلاقی مقاصد کے لیے، جو بعد میں حاصل ہونے والے ہوں، ان دنیوی خواہشات کو قربان کر دیں جن کا مزہ آج ہی اور ابھی فوراً لوٹا جا سکتا ہے۔

روزہ یہ بات بھی راسخ کر دیتا ہے کہ اصل چیز اطاعت الٰہی ہے۔ صرف حکم الٰہی ہی کسی چیز کے صحیح یا غلط ہونے کے لیے آخری سند ہے۔ نیکی اور ثواب کھانے میں نہیں ہے، نہ بھوکے رہنے میں، نہ جاگنے میں نہ سونے میں۔ نیکی اور ثواب صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں ہے۔ قیام لیل سے بھی اسی نوعیت کی قوتیں حاصل ہوتی ہیں۔

جب یہ قوتیں اور کیفیات پیدا ہو جائیں، اور جتنی ہو جائیں، اسی وقت اور اتنے ہی ہم انفرادی طور پر، اور اجتماعی طور پر بحیثیت قوم، قرآن کی امانت کا بار اٹھانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ تب ہی ہمارے اندر اپنے مقاصد اور قرآن کے مشن کی تکمیل کو مادی اور محسوس اشیا کی خواہشات اور فوری اور بظاہر یقینی لذتوں کی طلب پر ترجیح دینے کی استعداد پیدا ہو سکتی ہے۔ اسی استعداد کا نام تقویٰ ہے۔

ایک اور پہلو سے دیکھیے۔ روزے کی کوئی ظاہری شکل صورت نہیں ہے۔ نفس اور پیٹ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گہرائی میں اٹھنے والی بھوک، پیاس اور جنسی خواہش کو کوئی دوسرا دیکھ نہیں سکتا، نہ محسوس کر سکتا ہے، نہ کوئی کسی کے احساس میں شریک ہوسکتا ہے۔ ان خواہشات کو قربان کر دینے کی بھی کوئی ظاہری شکل نہیں۔ لہٰذا اس ترک خواہشات کو مادی پیمانوں سے نہیں ناپا تولا جا سکتا۔ روزہ تو خالص حضوری رب کے یقین ہی پر قائم ہوتا ہے۔ جہاں بھی ہوں وہ موجود ہے، دو ہوں تو تیسرا وہ ہوتا ہے اور اکیلے ہوں تو دوسرا وہ ہے، وہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ یہ ہے وہ ایمان، ہر وقت اپنے رب کے سامنے ہونے پر ایمان، جو روزہ کا اصل ثمر ہے۔ اسی لیے حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ روزہ صرف میرے لیے ہے، صرف میں ہی اس کا بدلہ دے سکتا ہوں (بخاری، مسلم: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)۔ تقویٰ اسی ایمان کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے، اسی ایمان سے غذا حاصل کرتا ہے، اسی پر استوار ہوتا ہے، اور اسی سے پھلتا پھولتا ہے۔

اب آخر میں آپ کو ایک اہم بات اور بتاؤں! جب شیطان اس بات سے مایوس ہو جاتا ہے کہ ہم اس نسخے کو ترک کرنے پر راضی ہو جائیں جو اتنے بے پایاں منافع کا حامل ہے، تو پھر وہ اس کی کوشش کرتا ہے کہ اس کے نفع کو محدود کر دے، اور ہم سمندر سے چند قطرے حاصل کرنے ہی پر قانع رہ جائیں۔ روزوں اور قیام لیل سے وہ تقویٰ بھی حاصل ہوسکتا ہے جو آپ نے دیکھا، اور اس سے ایسا تقویٰ بھی پیدا ہوسکتا ہے جو صرف اس بات پر ہمیں قانع کر دے کہ چھوٹی نیکیاں کر لیں، مستحبات کی فکر نوافل سے بڑھ کر کریں، نوافل کی سنتوں سے بڑھ کر، اور ان سب کی فرائض سے بڑھ کر۔ اسی طرح ہم صرف چھوٹی برائیوں سے رک جائیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں روزے فرض کر کے جو تقویٰ پیدا کرنے کی تعلیم دی ہے وہ اس سے بہت عظیم شے ہے۔ یہ وہ تقویٰ ہے جس سے ہم بحیثیت فرد کے، اور بحیثیت جماعت کے، رمضان میں نازل ہونے والے قرآن مجید کے مشن کو پورا کرنے اور اس کا حق ادا کرنے کے اہل بن سکتے ہیں۔ یہ بات اس لیے جاننا ضروری ہے کہ ایسا ہوتا رہا ہے، اور ہو رہا ہے، کہ روزے رکھنے والے اور راتوں کو جاگنے والے روزے رکھتے رہتے ہیں اور راتوں کو جاگتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہتے ہیں، مگر ایک قدم بھی اس راہ پر نہیں اٹھاتے جس راہ پر رمضان کے روزے اور تلاوت قرآن انھیں چلانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اعمال صالحہ میں سب سے اہم عمل، فرائض میں سب سے بڑا فرض، اور نفع کے لحاظ سے سب سے زیادہ خیر کثیر کا حامل تو یہی ہے کہ ہم قرآن کا حق ادا کرنے کے لیے اور اللہ کے دوسرے بندوں کو قرآن کی بتائی ہوئی راہ پر لگانے کے لیے، اپنے کو تیار کریں، اور عملاً کچھ نہ کچھ ضرور کریں۔

اس فرض کو ادا کرنے کی فکر اور ہم اسی وقت کر سکتے ہیں جب ہم قرآن مجید، صوم رمضان اور تقویٰ کے باہمی تعلق کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ میری اب تک کی گفتگو کا مقصد یہی تھا۔ ہم کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ رمضان کا مہینہ روزوں کے لیے صرف اس وجہ سے فرض کیا گیا کہ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوا۔ اس مہینہ کی ساری برکت اور عظمت اس لیے ہے کہ اس ماہ میں اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کا ارادہ فرمایا، اور اپنے فضل عظیم سے اپنی ہدایت کا آخری پیغام اپنے نبی ﷺ کے ذریعے دُنیا والوں کے حوالے کیا۔ اس ماہ میں روزے فرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے اندر وہ تقویٰ پیدا کریں جس سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت کا حق ادا کرنے کی قوت اور استعداد حاصل ہو۔

آپ کیا کریں؟

آپ کیا کریں جس سے رمضان المبارک سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں، اس کے روزوں سے، اس کی تراویح سے، اس کی تلاوت قرآن سے، اس کی عبادات و معمولات سے، اس کی راتوں سے اور اس کے دنوں سے، تقویٰ کی قوت اور استعداد حاصل کر سکیں؟

اب میں آپ کے اسی سوال کا جواب دینے کی کوشش کروں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ا۔ نیت اور ارادہ

پہلی چیز صحیح نیت اور پکا ارادہ ہے۔

نیت، شعور و احساس پیدا کرتی ہے اور اس کو متحرک کرتی ہے۔ شعور بیدار ہو تو ارادہ پیدا ہوتا ہے، اور ارادہ، محنت اور کوشش کی صورت میں ظہور کرتا ہے۔

کسی کام کے لیے مقصد کے صحیح شعور اور اس کے حصول کے لیے پختہ عزم کی حیثیت وہی ہے جو جسم کے لیے روح کی ہوتی ہے۔ انھی معنوں میں نماز، روزہ اور عبادت کے لیے نیت کی تاکید کی گئی ہے۔ بعض علما کے نزدیک زبان سے نیت کے الفاظ کہے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا، بعض کے نزدیک دل کا قول اور فیصلہ کافی ہے۔ لیکن صرف نیت کے الفاظ دہرانے سے، یا دل میں کسی عمل کے کرنے کی نیت کر لینے سے، فقہی اور قانونی شرط تو ضرور پوری ہو جاتی ہے، لیکن یہ نیت، عمل کی روح کا کام اسی صورت میں کر سکتی ہے جب یہ دل و دماغ میں عمل کا مقصد اجاگر کر دے، اور دل میں اس مقصد کے حصول کے لیے عزم پیدا کر دے۔

زندہ اور مردہ جسم میں بظاہر کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لیکن زندہ جسم، حرکت اور عمل کی قوت رکھتا ہے، جب کہ مردہ جسم، حرکت اور عمل کی قوت سے محروم ہوتا ہے۔ یہی حال اعمال کا ہے۔ اگر اعمال میں صحیح نیت کی روح ہو تو وہ اثر آفرینی، نشوونما اور نتیجہ خیزی کی قوت رکھتے ہیں۔ اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اعمال کی صحت اور وزن کا انحصار نیت پر ہوتا ہے، اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ (بخاری، عن عمر رضی اللہ عنہ)۔ ہر انسان کے لیے حاصل وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔

نیت ہونی چاہیے، صحیح ہونی چاہیے، لیکن خالص بھی ہونی چاہیے۔ یعنی ہر کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے، اور اس کا اجر و انعام حاصل کرنے کے لیے کرنا چاہیے۔ اگر آپ کی نیت خالص نہ ہوگی، اور آپ کام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کریں گے، تو وہ قبول نہ ہوگا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور آپ کی محنت کا اجر ضائع جا سکتا ہے۔

نیت، عمل کے لیے طلب اور آرزو کا اظہار بھی ہے۔ اگر طلب و آرزو موجود نہ ہو تو نیت اس کو پیدا کرتی ہے۔ طلب اور آرزو ہو، تو عزم اور حوصلہ پیدا کرتی ہے۔ ارادہ اور عزم و حوصلہ ہی وہ طاقت ہے جس کے بغیر کوئی راستہ طے نہیں ہو سکتا، اور رمضان المبارک کا سفر بھی آپ کو اپنی منزل پر نہیں پہنچا سکتا۔

رمضان المبارک کے استقبال کے لیے سب سے پہلا کام آپ کو یہی کرنا چاہیے کہ آپ رمضان کے مقام، اس کے پیغام، اس کے مقصد، اور اس کی عظمت و برکت کے احساس کو تازہ کریں۔ اس بات کی نیت کریں کہ اس مہینے میں آپ جن معمولات اور عبادات کا اہتمام کریں گے ان سے آپ اپنے اندر وہ تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جو روزے کا حاصل ہے، اور جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے دین کے تقاضوں اور قرآن مجید کے مشن کو پورا کرنے کے قابل بنا سکے۔ اور پھر اس بات کا عزم کریں کہ اس مہینے میں جو معمولات اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں، اور وہ معمولات جن کی تاکید نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے، وہ معمولات جو آپ خود اپنے لیے طے کریں گے تاکہ اس ماہ سے بھرپور نفع حاصل کر سکیں..... ان سب کو آپ محنت اور باقاعدگی سے بجالانے کی پوری کوشش کریں گے۔

اس مقصد کے لیے بہت مفید ہوگا اگر آپ رمضان المبارک کے آغاز سے پہلے آخری دن میں، یا آغاز ہونے کے فوراً بعد پہلی ہی رات میں، دو گھڑیاں تنہا بیٹھ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور خود کو حاضر جانیں، اس کی حمد کریں، اس کے نبی ﷺ پر درود بھیجیں، اپنے گناہوں سے استغفار کریں۔ اس کے بعد آنے والے مہینے کے بارے میں وہ تمام باتیں سوچیں جن کا یہاں ذکر کیا گیا ہے (یا اسی تحریر کو پڑھ لیں)۔ اس کے بعد پورے ماہ کے لیے کوشش اور محنت کی نیت اور ارادہ کریں، اللہ تعالیٰ سے توفیق اور اعانت طلب کریں، اور دُعا کریں کہ وہ آپ کا ہاتھ پکڑ کے آپ کو اپنی راہ پر چلائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ قرآن مجید سے تعلّق

دوسری چیز، قرآن مجید کی تلاوت وسماعت اور علم وفہم کے حصول کا اہتمام ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی مخصوص عبادات، یعنی روزے اور قیام لیل کو کسی نہ کسی صورت میں قرآن مجید پر مرکوز کر دیتا ہے۔ اس مہینے کا اصل حاصل ہی قرآن سننا اور پڑھنا، قرآن سیکھنا اور اس پر عمل کرنے کی استعداد پیدا کرنا ہے۔ اس لیے آپ کو سب سے زیادہ اہتمام جس چیز کا کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ وقت قرآن مجید کی صحبت ومعیت میں بسر کریں۔ یہ وقت اس طرح بسر کریں کہ ایک طرف آپ کو یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا کہا ہے، دوسری طرف آپ کا دل اور آپ کی سوچ قرآن کو جذب کر لے، اور آپ کے اندر اس کے مطابق عمل کے لیے آمادگی پیدا ہو۔

نماز تراویح کی پابندی سے کم سے کم اتنا ضرور حاصل ہوتا ہے کہ آپ پورا قرآن ایک بار سن لیتے ہیں۔ اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اللہ کا کلام سننے کا روحانی فائدہ اپنی جگہ پر بہت قیمتی ہے لیکن عربی نہ جاننے کی وجہ سے آپ اس عبادت سے یہ فائدہ نہیں حاصل کر پاتے کہ آپ قرآن کے پیغام اور مضامین سے واقف ہو جائیں، ان کو تازہ کر لیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ اس مقصد کے لیے کچھ زیادہ محنت کریں، اور کچھ اس سے زیادہ وقت قرآن کے لیے لگائیں جتنا وقت آپ تراویح میں لگاتے ہیں۔ یعنی روزانہ قرآن کا کچھ حصّہ ترجمہ سے سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں۔

کتنا حصّہ روزانہ پڑھیں؟ مقدار کا ایک تعیّن تو تراویح کی صورت میں کیا گیا ہے۔ یعنی اتنا پڑھنا چاہیے کہ رمضان کے مہینے میں قرآن مجید کا ایک دورہ مکمل ہو جائے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مہینے میں جبرئیل علیہ السلام خود آ کر نبی کریم ﷺ کو قرآن مجید کا ایک دورہ مکمل کروایا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم، ابن عباس رضی اللہ عنہ) چنانچہ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں روز ایک پارہ تراویح میں سنا جائے، وہاں آپ اسی دن ایک پارہ ترجمہ سے پڑھ لیں۔ لیکن یہ کام سب کے لیے کرنا مشکل ہوگا۔

قرآن مجید نے خود ان لوگوں کو جو کمزور ہیں اس معاملے میں سہولت دی ہے.....خواہ یہ کمزوری بیماری کی وجہ سے ہو، تلاش معاش کی وجہ سے، فی سبیل اللّٰہ .....اور فرمایا ہے کہ جتنا آسانی سے پڑھ سکو، اتنا پڑھو۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (المزمل ۷۳:۲۰)۔ لہٰذا دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آنے والے رمضان کی پہلی تاریخ سے آپ اس ارادے کے ساتھ قرآن ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کا کام شروع کر دیں کہ جب اگلا رمضان آئے گا تو اس وقت تک آپ ایک دفعہ پورا قرآن مجید پڑھ چکے ہوں گے۔ اس مقصد کے لیے روزانہ ایک یا ڈیڑھ رکوع سے زیادہ پڑھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اتنا وقت نکالنا، نہ رمضان میں کوئی مشکل ہے، نہ رمضان کے بعد۔

اگر آپ باقاعدگی سے اتنا کرنا بھی مشکل پائیں، تو آپ اس رمضان سے کم سے کم تین آیات روزانہ ترجمہ کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیں۔ اس طرح سال میں نہ سہی، پانچ چھ سال میں آپ ایک دفعہ پورا قرآن ختم کر لیں گے۔ اس کام کا آغاز اسی رمضان سے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی برکت آپ کے شامل حال رہے گی۔

سمجھ کر پڑھنے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ قرآن مجید کو اپنے اندر جذب کریں، اور اس کے ساتھ اپنے دل اور روح کے تعلّق کو گہرا کریں اور پروان چڑھائیں۔ قرآن مجید نے خود اپنے پڑھنے اور سننے والوں کی جو صفات بیان کی ہیں وہ صرف ذہن سے سمجھ کر پڑھنے تک محدود نہیں.....اس طرح تو بہت سے غیر مسلم بھی پڑھتے ہیں.....بلکہ روح، دل اور جسم کی پوری شرکت کے ساتھ پڑھنے پر حاوی ہیں۔ قرآن کا اپنا بیان ہے کہ جب اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو سننے اور پڑھنے والوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور نرم پڑ جاتے ہیں، ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں، ان پر گریہ طاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے، ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا کہ جب قرآن مجید پڑھو تو رو، اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو، اس لیے کہ قرآن حزن کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔

خواہ آپ تھوڑا ہی حصّہ پڑھیں ..... القارعہ پڑھیں جو کھڑ کھڑا دینے والی آفت کی خبر دے رہی ہے، یا الزلزال پڑھیں جو خبر دیتی ہے کہ آپ کی چھوٹی سے چھوٹی برائی اور چھوٹی سے چھوٹی نیکی آپ کے سامنے آجائے گی ..... لیکن اس میں ڈوب کر پڑھیں، اور اس کیفیت کے ساتھ پڑھیں کہ آپ اللہ کے سامنے حاضر ہیں، وہ آپ سے بات کر رہا ہے، بتا رہا ہے کہ کیا کرو اور کیا نہ کرو، کیا پیش آنے والا ہے، اور کیا کچھ مل سکتا ہے۔ آپ کا دل اور دماغ اور جسم سب تلاوت کے اس کام میں شریک ہوں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا

تیسری چیز، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی خصوصی کوشش ہے۔

روزے کا مقصد تقویٰ پیدا کرنا ہے، اور رمضان المبارک کا مہینہ تقویٰ کی افزائش کا موسم بہار ہے۔ اس لیے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی خصوصی کوشش کرنا ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں اور راتوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ رمضان میں قرآن مجید سے خصوصی تعلّق، صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں دن بھر بھوکا پیاسا رہنے، اور اس کے بعد راتوں کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے اور اس کا کلام سننے سے ایک خاص ماحول بنتا ہے اور ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس ماحول اور کیفیت میں یہ جذبہ زیادہ گہرا اور قوی ہو سکتا ہے کہ آپ ہر اس چیز سے بچیں جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہو۔

یوں تو یہ کوشش زندگی کے ہر معاملے میں کرنا چاہیے، لیکن دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرتی روابط کے معاملے میں خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ وہ آدمی بڑا ہی بدقسمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگا جو بڑے اہتمام سے روزے رکھے، نمازیں پڑھے، صدقے کرے، قرآن پڑھے اور پھر قیامت کے دن اللہ کے حضور اس حال میں آئے کہ گردن پر لوگوں کی طرف سے دعوؤں کا ایک انبار ہو..... کسی کو مارا، کسی کو گالی دی، کسی کی بے عزتی کی، کسی کا دل دکھایا، کسی کا مال ناحق کھایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری اُمت میں اصل مفلس ایسا ہی شخص ہے۔ اس کی تمام نیکیاں دعوے داروں کو دے دی جائیں گی، پھر بھی دعوے ختم نہ ہوئے تو دعویٰ داروں کے گناہ اس کے سر ڈالے جائیں گے، اور اس کو سر کے بل جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

آپ قرآن مجید میں اس سیاق کو دیکھیں جس میں روزے فرض کیے گئے ہیں۔ آپ فوراً سمجھ لیں گے کہ یہی وہ بنیادی مقصد ہے جو روزے سے حاصل ہونا چاہیے۔ قرآن پہلے انسانی جان کے احترام اور قصاص کا حکم دیتا ہے، پھر ورثے میں انصاف کے ساتھ وصیّت کرنے کا۔ اس کے بعد روزے اور رمضان کا بیان ہوتا ہے۔ فوراً بعد ہدایت دی جاتی ہے کہ ایک دوسرے کا مال باطل اور ناحق طریقوں سے مت کھاؤ۔ پھر یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ وفاداری اور نیکی ظواہر کی پابندی کا نام نہیں ہے، اصل مطلوب تو تقویٰ ہے، جو ایمان، محبت، انفاق اور صبر جیسی چیزوں کا نام ہے۔ اس کے بعد اللہ کی راہ میں لڑنے کا حکم دیا گیا، مگر تاکید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کا ناپسند فرماتا ہے، اس لیے جنگ میں بھی زیادتی نہ کرو۔

احکام کی اس لڑی میں روزہ کو جس جگہ جڑا گیا ہے اس سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ روزے رکھنے کے بعد یہ ضروری ہے کہ آپ کسی دوسرے انسان کی جان، مال، حقوق اور عزت پر ہاتھ نہ ڈالیں۔ اس بات کو نبی ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ روزہ گناہوں سے بچنے کے لیے ایک ڈھال کا کام کرتا ہے، پس اس کو ڈھال بناؤ۔ روزہ دار نہ بدکلامی کرے، نہ چیخے چلائے، اور اگر کوئی اس کو برا کہے یا اس سے لڑے تو یہ کہہ کر الگ ہو جائے کہ میں روزے سے ہوں، میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ ان برے کاموں میں مشغول ہوں۔ (بخاری، مسلم: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے واضح فرمایا ہے کہ روزے کا مقصود کھانا پینا ترک کرنا نہیں، بلکہ جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا چھوڑ دینا ہے۔ (بخاری: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

اچھی طرح جان لیجیے کہ روزہ صرف پیٹ کا روزہ نہیں ہے۔ آنکھ کا بھی روزہ ہے، کان کا بھی روزہ ہے، زبان کا بھی روزہ ہے، ہاتھ پاؤں کا بھی روزہ ہے۔ وہ روزہ یہ ہے: آنکھ وہ نہ دیکھے، کان وہ نہ سنے، زبان وہ نہ بولے، ہاتھ پاؤں وہ کام نہ کریں، جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور جن سے اس نے منع فرمایا ہے۔

ایک ایک کر کے اپنی خرابیوں پر قابو پانے سے بہت کام ہو سکتا ہے۔ مثلاً آنے والے رمضان کے لیے آپ فیصلہ کر لیں کہ آپ کسی سے چیخ چلا کر بات نہ کریں گے، نہ لڑیں گے، اور کسی کے بارے میں کوئی بات نہ کہیں گے، خواہ سامنے ہو یا پیٹھ پیچھے، الا یہ کہ وہ بھلی بات ہو۔ نافرمانیوں سے بچنے کا آغاز زبان کی حفاظت سے کریں۔ یہ مشکل ضرور ہے، لیکن اس کی پابندی سے تمام کام سدھرنے اور اپنی نیکیاں غارت ہونے سے بچانے کے عظیم فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ روز رات کو ان دو باتوں کا احتساب بھی کر لیں، اور لغزش ہوئی ہو تو فوراً استغفار کریں۔

۴۔ نیکی کی جستجو

چوتھی چیز، ہر طرح کی نیکیوں کی خصوصی جستجو ہے۔

ہر لمحے، ہر قسم کی نیکی کی طلب اور جستجو تو مومن کی فطرت کا جز ہونا چاہیے، لیکن رمضان کے مہینے میں اس معاملے میں بھی خصوصی توجہ اور کوشش ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں آپ جس نیکی سے بھی خدا کا قرب تلاش کریں، اس کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بیہقی: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ) اس سے بڑی خوش خبری اور کیا ہو سکتی ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ جستجو مراسم عبادت کے دائرے میں بھی کریں، مثلاً تکبیر تحریمہ کا التزام، نفل نمازوں کا اہتمام۔ اور یہ جستجو انسانی تعلقات کے دائرے میں بھی ہونی چاہیے۔ اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی صدقہ ہے، اس کو ایذا نہ پہنچانا بھی صدقہ ہے، اس کے ڈول میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے۔ فرض اور نفل کا سن کر آپ فوراً نماز کا سوچتے ہیں، لیکن زندگی کے ہر دائرے میں فرائض اور نوافل ہوتے ہیں۔

جب بندہ فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ نوافل کا بھی اہتمام کرتا ہے، تو ظاہر ہے کہ اپنے شوق اور خواہش سے کرتا ہے۔ اس لیے کہ نوافل کا اہتمام نہ کرنے سے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ جب بندہ اپنے شوق سے دوڑ دوڑ کر اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کام کرتا ہے، اور کوشش کرتا ہے کہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ پائے، تو پھر اس کے بارے میں وہ حدیث قدسی صادق آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ (بخاری: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

اس سلسلے میں آپ کوئی تین نیکیاں خاص طور پر چن لیں، اور ان کا اہتمام رمضان کے مبارک مہینے میں کریں۔ مثلاً یہ کہ آپ نماز جماعت سے پڑھیں گے، کسی انسان کو ایذا نہ پہنچائیں گے، ہر ایک سے مسکرا کر ملیں گے۔

۵۔ قیام لیل

پانچویں چیز، قیام لیل ہے۔

رات کا قیام اور تلاوت قرآن، اپنا احتساب اور استغفار، تقویٰ کے حصول کے لیے بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضروری اور انتہائی کارگر نسخہ ہے۔ یہ متقین کی صفت اور علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متقین وہ ہیں جو رات کو کم سوتے ہیں، اور سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں۔ (الذاریات ۵۱:۱۸)

رمضان المبارک میں تراویح کی نماز قیام لیل ہی کے لیے ہے۔ آپ شروع رات میں کھڑے ہو کر قرآن سنتے ہیں، یہ قیام لیل ہے۔ قیام لیل کا دوسرا وقت وہ ہے جو نصف شب کے بعد یا رات کے آخری تہائی میں حصہ میں ہے۔ یہ وقت سحری کا وقت ہے۔ یہی وہ وقت ہے جس میں استغفار کی تاکید قرآن نے کی ہے۔

رمضان کے مہینے میں تھوڑا سا اہتمام کر کے رات کے اس آخری حصے میں آپ قیام اللیل کی برکت حاصل کر سکتے ہیں، اور آپ کا شمار مُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَار میں ہو سکتا ہے۔ اس کا طریقہ بڑا آسان ہے۔ سحری کے لیے تو اٹھتے ہی ہیں، پندرہ بیس منٹ پہلے اٹھ کے، وضو کر کے، دو رکعت نماز پڑھ لیں۔

یہ رات کا وہ حصہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ دُنیا والوں کے بہت قریب آتا ہے اور پکارتا ہے: کون ہے جو مجھ سے مانگے کہ میں اسے جو مانگے وہ دوں، کون ہے جو مجھ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہے کہ میں اس کو معاف کر دو۔ (بخاری، مسلم: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) ایک روایت میں تو دل کو تڑپا دینے والے یہ الفاظ ہیں کہ رات کی اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ پھیلا دیتا ہے اور کہتا ہے، کون ہے جو ایسی ذات کو قرض دے جو نہ فقیر ہے نہ ظالم، اور صبح تک یہی کہتا رہتا ہے۔ (مسلم: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ہاتھ اس طرح پھیلا رکھا ہو، اور آپ کھانے پینے کے لیے بستر سے اٹھ ہی رہے ہوں، تو اس سے زیادہ آسان خوش نصیبی کی راہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ چند منٹ زیادہ لگا کر اپنے گناہ بخشوا لیں اور مانگیں وہ پا لیں۔

اگر دو رکعت نماز پڑھنا بھی مشکل ہو، تو کم از کم اپنی پیشانی اپنے رب کے حضور زمین پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھ کر اس کے سامنے گڑگڑائیں، روئیں دھوئیں، اپنے گناہوں پر استغفار کریں، خیر و برکت طلب کریں، اور راہ حق پر استقامت کی آرزو کریں۔ پانچ دس منٹ میں آسانی سے یہ ہوسکتا ہے۔ مگر ایک دفعہ اگر آپ نے آہ سحر گاہی کی لذت پالی تو آپ زیادہ وقت بھی لگائیں گے، اور رمضان کے بعد بھی اس لذت کے پیچھے جائیں گے۔

۶۔ ذکر و دُعا

چھٹی چیز، ذکر اور دُعا کا اہتمام ہے۔

ذکر اور دُعا کا اہتمام پوری زندگی میں ہر وقت ضروری ہے۔ ذکر کیا ہے؟ ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے ذکر ہے، خواہ دل سے ہو، یا زبان سے، یا اعضاء جوارح سے۔ روزہ بھی ان معنوں میں ذکر ہے، بھوک پیاس بھی ذکر ہے، اور تلاوت قرآن، خصوصاً نماز میں، تو ہے ہی ذکر کی بڑی اعلیٰ وارفع صورت۔ لیکن رمضان المبارک میں زبان سے ذکر، یعنی کلمات ذکر کا ورد اور دُعا کا اہتمام بہت ضروری اور نافع ہے۔ یہ نفل ہے مگر ثواب فرض کا پاتا ہے، اس سے غفلت دور ہوتی ہے، اور رمضان کی خیر و برکت حاصل کرنے پر توجہ مرکوز رکھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

رمضان المبارک میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ، سُبْحَانَ اللّٰہ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ ، سُبْحَانَ اللّٰہِ ، وَ بِحَمْدِہٖ ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ، اَتُوْبُ اِلَیْہِ جیسے کلمات کا ورد کثرت سے کیجیے تاکہ زبان اللہ کی یاد سے تر رہے۔

ذکر کی ایک صورت، دُعا ہے۔ دُعا کی بنیاد یہ ایمان ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے ہی مل سکتا ہے، اور سارے اختیارات اور خزانوں کا مالک صرف وہی ہے۔ دُعا اپنے سراپا محتاج اور فقیر ہونے کا اقرار ہے۔ ہم اپنے کو صرف اللہ کا محتاج اور فقیر سمجھیں، یہی عبودیت کی روح ہے۔ کیونکہ رمضان المبارک کا ہر لمحہ عظیم خیر و برکت کا حامل ہے اس لیے بار بار اپنے آقا کے آگے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ پھیلانا چاہیے۔ رمضان میں عام اوقات کے علاوہ قبولیت کے خاص اوقات بھی ہیں۔ ان میں افطار کا وقت بھی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے۔

اسی ضمن میں کوشش کریں کہ پہلے عشرے میں رحمت کی طلب کثرت سے کریں، دوسرے عشرے میں مغفرت کی، اور تیسرے عشرے میں نار جہنم سے رہائی کی۔ نبی کریم ﷺ نے ان عشروں کی یہ برکات بیان فرمائی ہیں۔ (بیھقی: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ)

چند اذکار یاد کر کے اپنا نصاب ذکر بنا لیں، اور اس کی پابندی کریں۔ مختلف اوقات اور حالات کی دُعاؤں، اور جامع مسنون دُعاؤں میں سے بھی ہر رمضان میں چند دُعائیں یاد کر لیا کریں۔

۷۔ شب قدر اور اعتکاف

ساتویں چیز، شب قدر کا اہتمام ہے۔

یہ وہ مبارک رات ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ یہ رات اپنی قدر و قیمت کے لحاظ سے، اس کام کے لحاظ سے جو اس رات میں انجام پایا، ان خزانوں کے لحاظ سے جو اس رات میں تقسیم کیے جاتے ہیں اور حاصل کیے جا سکتے ہیں، ہزاروں مہینوں اور ہزاروں سالوں سے بہتر ہے۔ جو اس رات قیام کرے اس کو سارے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ ہر رات کی طرح اس رات میں بھی وہ گھڑی ہے جس میں دُعائیں قبول کر لی جاتی ہیں، اور دین و دُنیا کی جو بھلائی مانگی جائے وہ عطا کی جاتی ہے۔ (مسلم: جابر رضی اللہ عنہ) اگر آپ اس رات کے خیر سے محروم رہیں تو اس سے بڑی بدقسمتی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ (ابن ماجہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

یہ رات کون سی رات ہے؟ یہ ہم کو یقینی طور پر نہیں بتایا گیا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری عشرے کی کوئی طاق رات ہے، یعنی اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں یا انتیسویں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض احادیث میں کہا گیا ہے کہ یہ آخری عشرے کی کوئی ایک رات، یا رمضان المبارک کی کوئی بھی رات ہے۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہے، اور اگر اس رات قیام اور عبادت کا اہتمام کر لیا جائے تو کافی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور صلحا کی روایات سے ستائیسویں رات کی تائید ہوتی ہے، لیکن میرے خیال میں اس رات کا واضح تعیّن نہ کیے جانے میں ایک گہری حکمت پوشیدہ ہے۔ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ ہمیں یہ رات معلوم ہے، اور یہ ستائیسویں رات ہے، تو یہ حکمت ضائع ہو جاتی ہے۔

اس کو پوشیدہ رکھنے کا راز یہ ہے کہ آپ اس کی جستجو اور تلاش میں سرگرداں رہیں، محنت کریں، اپنی آتش شوق کو جلتا رکھیں۔ آخری عشرے کی ہر طاق رات میں اسے تلاش کریں، اس سے زیادہ ہمت ہو تو اس عشرے کی ہر رات میں، اور اس سے بھی زیادہ ہمت ہو تو رمضان کی ہر رات میں۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبُوب اور پیاری ہے وہ یہ ہے کہ بندہ اس کو خوش کرنے کے لیے، اور اس کی رحمت اور انعامات کی طلب اور شوق میں، ہر وقت ہمہ تن جستجو بنا رہے، مسلسل کوشش میں لگا رہے۔ کام سے زیادہ، ارادہ اور مسلسل کوشش ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔ اگر معلوم ہو کہ یہ رات کون سی ہے تو سعی و جہد کی جو کیفیت مطلوب ہے وہ ہاتھ نہ آئے گی۔

اس رات کے قیام سے وہ سارا خیر و برکت تو حاصل ہو گا ہی جو کسی بھی رات کے قیام سے حاصل ہوتا ہے، لیکن ایک طرف تو اس عام خیر و برکت میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے، دوسری طرف مزید خیر و برکت کے دروازے بھی کھول دیے جاتے ہیں۔ پورا رمضان المبارک ہماری اُمت پر اللہ تعالیٰ کی اس خصوصی رحمت کا مظہر ہے کہ اس نے ہمارے لیے کم وقت اور مختصر عمل میں وہ ثواب اور اجر رکھا ہے جو دوسری اُمتوں کو طویل مدت اور بہت عمل سے حاصل ہوتا تھا۔ ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق اس کی مثال ایسی ہے کہ اُمت مسلمہ کو عصر سے مغرب تک محنت کر کے اس سے کہیں زیادہ مزدوری ملتی ہے جتنی یہودیوں کو فجر سے ظہر تک، اور عیسائیوں کو ظہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مغرب تک، کام کر کے ملی۔ (بخاری، ابن عمر رضی اللہ عنہ) شب قدر ہمارے رب کی اس خصوصی رحمت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

چنانچہ آپ کمر ہمت کس لیجیے! کوشش کیجیے کہ کم سے کم آخری عشرے کی ہر طاق رات، اللہ کے حضور قیام وصلوٰۃ، تلاوت و ذکر اور دُعا و استغفار میں گزاریں۔ پوری رات ممکن نہ ہو تو نصف شب کے بعد سحری تک دو تین گھنٹے گزاریں۔ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں، سجدے میں پیشانی زمین پر ٹیک دیں، روئیں اور گڑگڑائیں، اپنے گناہوں سے استغفار اور توبہ کریں۔

قبولیت دُعا کی خصوصی گھڑی تو ہر شب آتی ہے، لیکن شب قدر اس گھڑی کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے، اس کی شان اور تاثیر ہی جدا ہوتی ہے۔ وہ گھڑی نہ معلوم کون سی ہو، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک مختصر مگر بہت جامع دُعا سکھائی تھی، جو اس رات میں آپ بھی کثرت سے مانگیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی (احمد، ترمذی)

میرے اللہ، تو بہت معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو محبوب رکھتا ہے، پس مجھے معاف کر دے۔

اگر ہمت و حوصلہ ہو تو پھر آپ آخری عشرے میں اعتکاف بھی ضرور کریں۔ دس دن کا ممکن نہ ہو تو کم مدت کا سہی۔ اعتکاف، قلب و روح، مزاج و انداز، اور فکر و عمل کو للّٰہیت کے رنگ میں رنگنے اور ربانیت کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اس طرح شب قدر کی جستجو کا کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔ اعتکاف ہر شخص کے لیے تو ممکن نہیں، لیکن اس کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کو فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ اعتکاف کیا ہے، اور اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی کمر کس لیتے، راتوں کو جاگتے، اپنے گھر والوں کو جگاتے، اور اتنی محنت کرتے جتنی کسی اور عشرے میں نہ کرتے۔ (بخاری، مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعتکاف کی اصل روح یہ ہے کہ آپ کچھ مدت کے لیے دُنیا کے ہر کام، مشغلے، اور دلچسپی سے کٹ کے اپنے آپ کو صرف اللہ کے لیے وقف کریں۔ اہل وعیال اور گھر بار چھوڑ کر اس کے گھر میں گوشہ گیر ہو جائیں، اور سارا وقت اس کی یاد میں بسر کریں۔ اعتکاف کا حاصل یہ ہے کہ پوری زندگی ایسے سانچے میں ڈھل جائے کہ اللہ کو اور اس کی بندگی کو ہر چیز پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہو۔

یہ تو ممکن نہیں کہ آپ میں سے ہر شخص دس دن کا اعتکاف کرے، لیکن ایک کام آپ آسانی سے کر سکتے ہیں، جس سے آپ اپنی استطاعت کی حد تک اعتکاف کر کے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کر لیں۔ وہ یہ ہے کہ آپ جب بھی مسجد جائیں تو اعتکاف کی نیت کر لیں، کہ جو وقت بھی میں یہاں گزاروں گا وہ میں نے اللہ کے لیے فارغ کر دیا ہے۔

۸۔ انفاق فی سبیل اللہ

آٹھویں چیز، اللہ کی راہ میں فیاضی سے خرچ کرنا ہے۔

نماز کے بعد سب سے بڑی عبادت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے وہ سب خرچ کرنا۔ وقت بھی اور جسم و جان کی قوتیں بھی۔ لیکن سب سے بڑھ کر مال خرچ کرنا، اس لیے کہ مال دُنیا میں سب سے بڑھ کر محبوب اور مرغوب ہوتا ہے، اور دنیا اللہ کی محبت ہی ساری کمزوریوں کا سرچشمہ ہے۔

نبی کریم ﷺ سارے انسانوں سے زیادہ فیاض اور سخی تھے۔ لیکن جب رمضان المبارک آتا، اور حضور ﷺ کی ملاقات جبرئیل علیہ السلام سے ہوتی، تو پھر آپ ﷺ کی سخاوت اور داد و دہش کی کوئی انتہا نہ رہتی آپ ﷺ اپنی فیاضی میں بارش لانے والی ہوا کی مانند ہو جایا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم: ابن عباس رضی اللہ عنہ) قیدیوں کو رہا فرماتے اور ہر مانگنے والے کو عطا کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ایک دانے اور ایک ایک پیسے پر جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے کم سے کم سات سو گنا اجر کا وعدہ فرمایا ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کو وہ چاہیں گے اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت زیادہ بھی عطا کریں گے۔ یہ وعدہ اس کے کلام میں ہے جس کی صداقت میں ذرہ برابر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ سرمایہ کاری کے لیے اتنے بے پناہ منافع کا وعدہ کرنے والا کاروبار اور کہاں پایا جا سکتا ہے؟ اور اس سرمایہ کاری کے لیے رمضان سے بہتر وقت اور کون سا ہو سکتا ہے، جب فرض ویسے ہی ستر گنا بڑھ جاتا ہے اور نفل فرض کے برابر ثواب حاصل کرتا ہے؟

انفاق فی سبیل اللہ متقین کی لازمی صفت ہے، تقویٰ کی بنیادی شرط ہے، اور تقویٰ پیدا کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔ رمضان میں انفاق، روزے کے ساتھ مل کر، حصول تقویٰ کے لیے آپ کی کوشش کو کئی گنا زیادہ کارگر اور بارآور بنا دے گا۔

پس آپ رمضان میں اپنی مٹھی کھول دیں۔ اللہ کے دین کی اقامت و تبلیغ کے لیے، اقربا کے لیے، یتیموں اور مسکینوں کے لیے، جتنا مال بھی اللہ کی راہ میں نکال سکیں، نکالیں۔ بھوک اور پیاس برداشت کرتے ہیں، تو کچھ تنگی اور سختی جیب کے معاملے میں بھی برداشت کیجیے۔ لیکن جو کچھ دیجیے صرف اللہ کے لیے دیجیے۔ کسی سے بدلے اور شکریے کی خواہش آپ کے دل میں نہ ہو۔ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُورًا (الدھر ۷۶:۹) ہم تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں، نہ شکریہ۔ اس سے کیا فائدہ کہ آپ مال نکالیں، سرمایہ کاری کریں، اور اپنے ہی ہاتھوں سرمایہ اور نفع دونوں ضائع کر دیں۔

زکوٰۃ بھی پورا حساب کر کے اسی ماہ میں نکالیے۔ اس طرح باقاعدگی بھی آئے گی اور ثواب بھی آپ کو ستر گنا ملے گا۔

۹۔ انسان کی مدد اور خدمت

نویں چیز، انسان کی مدد اور خدمت ہے۔

رمضان کے مہینے کو نبی کریم ﷺ نے شهر المواساة فرمایا ہے۔ یہ اپنے جیسے انسانوں، اپنے بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے۔ خاص طور پر یہ معاش و رزق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے دائرے میں ایک دوسرے کی تنگیوں اور محرومیوں، پریشانیوں اور دکھوں میں شرکت اور مدد و خدمت کا مہینہ ہے۔ آپ کی اپنی بھوک، پیاس جہاں آپ میں تقویٰ، ضبط نفس، امر الٰہی کی اطاعت، اور صبر کی صفات پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے، وہیں یہ آپ کو دوسرے انسانوں پر بھوک پیاس اور دکھ درد میں جو کچھ بیتتی ہے اس کا کچھ ذائقہ چکھاتی ہے۔ ذاتی تجربے اور احساس سے آپ کے اندر ہمدردی اور مدد گار بڑا مضبوط اور جاندار جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

نیکی و بھلائی اور تقویٰ کا یہ دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس کی شاخیں بے شمار ہیں۔ کھانا کھلانا، مریضوں کا علاج اور عیادت، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری محتاجوں اور فقیروں کی حاجت روائی، صلہ رحمی وغیرہ یہ سب اسی وسیع دائرے کے چند گوشے ہیں۔ اس خدمت کے مستحق سب ہیں۔ آپ کے اہل وعیال اور اقربا بھی، آپ کے دینی بھائی اور دوست بھی، آپ کے پڑوسی بھی، اور عام مسلمان اور انسان بھی۔

ہمدردی کے اس ہمہ گیر کام کی طرف مسلسل توجہ پیدا کرنے اور قائم رکھنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے روزہ دار کو افطار کرانے کی بڑی ترغیب دی ہے۔

فرمایا، جو شخص اس مہینے میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے لیے گناہوں سے مغفرت اور دوزخ کی آگ سے رہائی ہے۔ اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو، اور اس سے روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے سب کے پاس تو اتنا سامان نہیں ہوتا کہ روزہ دار کو افطار کرائیں؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس کو بھی عطا کرتا ہے جو ایک گھونٹ دودھ، ایک کھجور، یا پانی کے ایک گھونٹ سے کسی روزہ دار کو افطار کرائے۔ (پھر فرمایا)، جو کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا کہ پھر اسے کبھی پیاس نہ لگے گی، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ (بیہقی: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے اس مہینے میں خاص اہتمام کیجیے کہ آپ اپنے بھائی بہنوں کے کام آئیں، بھوکوں کو کھانا کھلائیں، ضرورت مندوں کی ضرورت رفع کریں، سائل اور محروم کو اپنے مال میں سے ان کا حق دیں۔ اس بات کو یاد رکھیے کہ گناہوں کی مغفرت، جہنّم سے رہائی، حوض کوثر سے سیرابی، جنت میں داخلہ جیسے انتہائی عظیم انعامات مخلوق خدا کی خدمت سے ملتے ہیں۔ ان کو ایذا رسانی سے نماز، روزے اور صدقات کے بڑے بڑے ڈھیر ضائع ہو جاتے ہیں۔ خدمت چھوٹی ہو یا بڑی، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جو آپ کے پاس ہو اور دے سکتے ہوں وہ دے دیں، جو آپ کر سکتے ہوں وہ کر دیں۔ کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو حقیر اور کم نہ جانیے .....ایک وقت کا کھانا ہی ہو، ایک گلاس پانی ہی ہو، ایک روپیہ ہی ہو، ایک اچھی بات ہی ہو، ایک سفارش ہی ہو، ایک پیاسے کتے کی پیاس بجھانا ہی ہو۔ یہ سب کام آپ کو جنت میں پہنچا سکتے ہیں۔

۱۰۔ دعوت الی القرآن

دسویں چیز، قرآن اور خیر کی طرف بلانا ہے۔

آپ بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ کسی انسان کی سب سے بڑی خدمت اور اس کے ساتھ سب سے بڑی ہمدردی اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتی کہ آپ اسے اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی آگ سے بچا کر اس کی رضا اور اس کی جنت سے ہم کنار کر دیں۔ دُنیا کی بھوک پیاس دُنیا کی زندگی کے ساتھ ختم ہو جائے گی، یہاں کا ہر دکھ درد گزر جائے گا۔ مگر آخرت کی بھوک پیاس کبھی ختم نہ ہوگی، وہاں کے دکھ درد سے کبھی نجات نہ ملے گی، وہاں کا کانٹوں کا کھانا اور لہو، پیپ اور کھولتے ہوئے پانی کے گھونٹ ہمیشہ کا مقدر بن جائیں گے۔ اس لیے جس خدمت سے کسی کے لیے وہاں بھی بھوک پیاس بجھنے کا سامان ہو، اسے وہاں کے دکھ درد سے نجات مل جائے، وہی خدمت اس کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ روزے دار کو افطار کرانے سے اس کے روزے کا پورا ثواب آپ کو ملے گا، مگر اسی طرح کسی کو نیکی اور بھلائی کی راہ پر لگا دینے سے تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نیکیوں اور بھلائیوں کا سارا ثواب آپ کو ملے گا۔ آپ سوچیں تو یہ کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے ثواب کا۔

قرآن کی وجہ سے ہی رمضان کی عزت و شرف حاصل ہوا ہے۔ پھر نزول کے مہینے سے زیادہ موزوں وقت اس کام کے لیے کیا ہو سکتا ہے کہ آپ لوگوں تک قرآن مجید کا پیغام پہنچائیں، ان کو قرآن کی تعلیمات سے آگاہ کریں، ان کو قرآن کے مشن کی طرف بلائیں، ان کو قرآن کی امانت کا حق ادا کرنے کے لیے کھڑا کریں۔

رمضان المبارک میں آپ کے اپنے معمولات ہوتے ہیں۔ آپ کی توجہ اپنے تزکیے، تلاوت قرآن، نفل نماز، اور اپنے لیے زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹ لینے کی طرف ہوتی ہے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ اس توجہ کی وجہ سے یہ سب سے بڑی نیکی، نیکیاں سمیٹ لینے کا کبھی ختم نہ ہونے والا راستہ، آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔ دعوت الی اللہ اور دعوت الی القرآن کا کام صرف سب سے بڑی نیکی، اور نیکیوں کے لیے سب سے زیادہ منافع بخش سرمایہ کاری ہی نہیں، خود آپ کے تزکیہ و تربیت کا سب سے موثر ذریعہ بھی ہے۔

رمضان المبارک میں عام مسلمانوں کے قلوب اللہ کی طرف اور نیکی اور بھلائی کی طرف جھکے ہوتے ہیں۔ اس لیے اس بات کا زیادہ امکان ہوتا ہے کہ وہ آپ کی بات توجہ سے سنیں، یہ بات ان کے دلوں میں اتر جائے، وہ اس کو قبول کر لیں، اور اپنی زندگیاں اس مقصد کے لیے لگانے، یا اس کے لیے کچھ کرنے پر آمادہ ہو جائیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیجے اور قرآن پاک نازل فرمایا۔

اس کام کے دو طریقے ہو سکتے ہیں:

ایک یہ کہ آپ رمضان میں نیک کاموں کا جو معمول بنائیں، اس میں اللہ کی طرف بلانے، نیک بات کرنے، اللہ کے دین کے لیے سرگرم کرنے کا کام بھی شامل کر لیجیے۔ افطار پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلائیں تو چند لمحات اس پر گفتگو کا موقع نکالیں، ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ بات چیت اور ملاقات ہو تو یہ بات ان کے سامنے رکھیں۔ بات رمضان کے حوالے سے کریں اور اس بات کو مقصدِ قرآن کی ادائیگی کے لیے کچھ کرنے تک پہنچائیں۔

اپنے رشتہ داروں اور ملاقاتیوں میں چند افراد کے نام اپنے پاس نوٹ کر لیں اور یہ طے کر لیں کہ اس ماہ ان کے ساتھ مسلسل اور خصوصی روابط کے ذریعے انھیں قرآن کا بتایا ہوا کام کرنے کے لیے آگے بڑھانا ہے۔

حرفِ تمنا

یہ دس چیزیں میں نے آپ کے سامنے الگ الگ بیان کی ہیں۔ لیکن آپ غور کریں تو یہ سب ایک ہی مقصد کے رشتے سے بندھی ہوئی ہیں اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ وہ رشتہ یہ ہے کہ ہم رمضان سے وہ تقویٰ اور قوت و استعداد حاصل کریں جس سے ہم قرآن کی امانت کا حق ادا کرنے کے اہل بن جائیں۔ یہ مقصد اس لیے سب سے اہم مقصد ہے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کی فلاح صرف قرآن سے وابستہ ہے، اور دُنیا میں ہمیں عزت اور سربلندی بھی صرف قرآن کے ذریعے ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ آخرت میں بھی ہماری نجات اور فلاح کا دارومدار اسی بات پر ہے کہ ہم قرآن مجید سے کیا سلوک کرتے ہیں، اس کی بتائی ہوئی راہ پر کہاں تک چلتے ہیں، اور اس کے لانے والے کا اتباع کتنا کرتے ہیں۔

رمضان المبارک ہر سال آتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا رمضان آتا ہے، اور صدیوں سے آ رہا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا قرآن ختم ہوتا ہے، اور ان گنت تعداد میں ہوتا ہے۔ ہر رمضان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تلاوت قرآن ہوتی ہے، روزے رکھے جاتے ہیں، نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ ذکر اور دُعا میں راتیں بسر ہوتی ہیں۔ لیکن ہم وہیں کے وہیں رہتے ہیں جہاں رمضان شروع ہونے سے پہلے تھے۔ تقویٰ سے اتنے ہی محروم رہتے ہیں جتنے رمضان کے بغیر تھے۔ نہ ہماری شخصی حالت میں تبدیلی ہوتی ہے، نہ ہمارے انفرادی اخلاق کی اصلاح ہوتی ہے، نہ ہماری قومی وملی حالت میں تغیّر واقع ہوتا ہے، نہ ہمارے اوپر سے ذلت ومسکنت اور غلامی وپستی کے بادل چھٹتے ہیں۔

ایسا کیوں ہے؟

اول تو اس لیے کہ سوچ سمجھ کر اہتمام اور کوشش کے بغیر ہم رمضان سے وہ خیر کثیر حاصل نہیں کر سکتے جس کے خزانے لٹاتے ہوئے وہ ہر سال ہمارے اوپر سایہ فگن ہوتا ہے۔ اس شعوری کوشش اور اہتمام سے ہم محروم ہیں، یا اس کی طرف سے لاپروا ہیں۔

اس سے زیادہ یہ کہ ہماری حالت اس حالت سے زیادہ قریب ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یوں متنبہ فرمایا ہے کہ جو جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) اللہ کو اپنا رب کہنا، محمد ﷺ کو اس کا رسول ماننا، قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرنا، پھر نہ یہ جاننے کی کوشش کرنا کہ یہ سب ہم سے کیا کہتے ہیں، نہ اس پر عمل کرنا، آخر یہ سب جھوٹ اور جھوٹ پر عمل نہیں تو اور کیا ہے؟ منافق رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے اور کہتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بات تو سچّی کرتے ہیں، لیکن ہیں جھوٹے۔ گویا زبان سے سچّی بات کہنے کے باوجود انسان جھوٹا ہوسکتا ہے، اگر وہ اس سچّی بات کے تقاضے نہ مانے اور ان کے مطابق عمل نہ کرے۔

دوسرے اس لیے کہ، ہماری عبادات کا، ہماری نمازوں کا، ہمارے روزوں کا، ہمارے اعمال کا، اور ہماری سرگرمیوں کا رشتہ اس مقصد سے کٹ چکا ہے جو قرآن لے کر آیا تھا، اور جس کے لیے رمضان کے روزے فرض کیے گئے تھے۔ سب کچھ اسی لیے تھا کہ ہم قرآن کو خدا کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندوں تک پہنچائیں، اس کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالیں اور اپنے معاشرے کو بھی ڈھالیں، قرآن کو قائم کریں، اور اس راہ میں صبر و استقامت سے جدوجہد کریں اور قربانیاں دیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ ہر بار پھر یہ پکارتا ہوا آتا ہے کہ، آؤ اور جانو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تم سے کیا کہا ہے۔ آؤ اور ہر اس چیز کو ترک کر دو، خواہ وہ تمھیں کتنی ہی موغوب و محبوب ہو، جس سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں روکا ہے۔

ورنہ ہوسکتا ہے، اور اس سے بڑی بدقسمتی تمھاری اور کیا ہوسکتی ہے، کہ رمضان تمھارے پاس آئے تم روزے بھی رکھو، بھوک پیاس بھی برداشت کرو، راتوں کی نیند قربان کر کے تراویح بھی پڑھو، اور اس کے بعد بھی سوائے بھوک پیاس اور رت جگے کے اور کچھ تمھارے ہاتھ نہ آئے۔ بلکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے اوپر وہ مثال صادق آ جائے جو اللہ تعالیٰ نے حاملین تورات کے بارے میں بیان فرمائی ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ (الجمعة ۶۲:۵)

جن لوگوں پر تورات کی امانت کا بار رکھا گیا، پھر انھوں نے اس امانت کو نبھانے کا حق نہ ادا کیا، ان کی مثال ان گدھوں کی طرح ہے جو اپنی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ اٹھائے پھرتے ہوں۔

یا، کہیں اللہ کے رسول ﷺ، رمضان اور قرآن کے حوالے سے، اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہمارے خلاف دعویٰ لے کر کھڑے نہ ہو جائیں۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان ۲۵:۳۰)

اور رسول کہے گا، اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو متروک و مہجور کر چھوڑا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک میں وہ تقویٰ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے ہم قرآن مجید کی ہدایت کے مستحق ہوں، ہم قرآن کا علم حاصل کریں، اس پر عمل کریں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کا پیغام لے کر کھڑا ہونے اور اس کو قائم کرنے کے لیے جہاد کرنے کی ہمت، حوصلہ، عزم اور شوق و ولولہ عطا فرمائے۔ آمین!

❁

روزے کے آداب و حقیقت

امام ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

حقیقی روزے کے لیے، جو اعضا کو گناہوں سے روکتا ہے، چھ آداب ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔

۱۔ نگاہ کا روزہ

پہلا ادب یہ ہے کہ نظر نیچی رکھو۔ جن چیزوں کی طرف نگاہ ڈالنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، ان کی طرف نگاہ کو نہ جانے دو۔ جن چیزوں کو دیکھنے سے دل بھٹکتا ہو اور اللہ کی یاد سے غفلت طاری ہوتی ہو، ان کو نہ دیکھو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نظر ڈالنا (ایسی چیزوں پر جن سے اللہ نے روکا ہے) شیطان کے تیروں میں ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے۔ جو کوئی اللہ کے خوف سے نگاہ بد سے رک جائے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان کی حلاوت کا مزا عطا کرے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پانچ چیزیں ایسی ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک جھوٹ، دوسرے غیبت، تیسرے چغلی، چوتھے جھوٹی قسم، اور پانچویں شہوت کی نظر۔

۲۔ زبان کا روزہ

دوسرا ادب یہ ہے کہ زبان سے بے ہودہ بات نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، غیب نہ کرو، چغلی نہ کھاؤ، فحش گفتگو نہ کرو، ظلم کی بات نہ کرو، جھگڑا نہ کرو، بات نہ کاٹو۔ زبان کا روزہ یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاموش رہے، ان گناہوں سے بچے اور اسے اللہ کی یاد اور تلاوت قرآن میں مشغول رکھے۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مجاہد نے کہا کہ دو چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے: ایک غیبت، دوسرے جھوٹ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، روزہ ڈھال ہے (گناہوں سے بچاؤ کے لیے)۔ تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو نہ فحش بکے، نہ بدکلامی اور فضول گوئی کرے، نہ چیخے چلائے، اور اگر کوئی گالی دے یا لڑنے پر اتر آئے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا۔ دن گزرنے کے ساتھ، بھوک اور پیاس کی شدت سے ان کی حالت خراب ہوگئی۔ انھوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آدمی بھیجا، اور افطار کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اس آدمی کو ایک پیالہ دیا، اور ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سے کہنا کہ جو کچھ تم نے کھایا ہے اس پیالے میں قے کر دو۔ ایک عورت نے قے کی تو آدھا پیالہ تازہ گوشت اور خون سے بھر گیا، دوسری نے قے کی تو پیالہ پورا بھر گیا۔ لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں نے اس غذا سے تو روزہ رکھا جو اللہ نے حلال کی ہے، اور جو چیز اس نے حرام کی ہے اسے کھاتی رہیں۔ ایک، دوسرے کے پاس بیٹھیں تو دونوں نے لوگوں کی غیبت شروع کر دی۔ دونوں نے لوگوں کا جو گوشت کھایا تھا، وہی گوشت پیالے میں ہے۔

۳۔ کان کا روزہ

تیسرا ادب یہ ہے کہ کانوں کو بری بات سننے سے روکو۔ اس لیے کہ جن باتوں کا زبان سے نکالنا حرام ہے، ان کا سننا بھی حرام ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کانوں سے جھوٹ سننے والوں اور حرام کا مال کھانے والوں کا ذکر ساتھ ساتھ فرمایا ہے۔ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (المائدہ ۵:۴۲)، یہ کان لگا کر جھوٹ سننے والے، اور حرام کا مال کھانے والے۔ اسی طرح اس نے یہ بھی ارشاد فرمایا، لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ط (المائدہ ۵:۶۳)، کیوں ان کے علما اور مشائخ انھیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے۔

غیبت سننا اور خاموش رہنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، پھر تو تم بھی انھی کی طرح ہوئے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، غیبت کرنے والا اور سننے والا، دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

۴۔ اعضا کا روزہ

چوتھا ادب یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا کو گناہوں سے روکو، اور افطار کے وقت ایسے کھانے سے بچو جس کے بارے میں حرام ہونے کا شبہ بھی ہو۔ اگر دن بھر تو وہ کھانا بھی نہ کھاؤ جو حلال ہے، اور افطار حرام کھانے سے کرو، تو کیا روزہ ہوا؟ ایسے روزہ دار کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص محل تعمیر کرے، مگر پورے شہر کو منہدم کر دے۔ اگر ضرورت سے زیادہ کھایا جائے تو حلال کھانا بھی روح کے لیے مضر ہوتا ہے۔ اسی لیے روزہ کھانا کم کرنے کی تربیت کرتا ہے۔ وہ بہت بے وقوف ہوگا جو دوا تو زیادہ نہ کھائے کہ ضرر سے بچے، لیکن زہر کھالے۔ حرام کھانا زہر ہے جو دین کو برباد کرتا ہے، حلال کھانا ایک دوا کی طرح ہے جس کا کم کھانا مفید ہے اور زیادہ کھانا مضر۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنھیں اپنے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ بعض کہتے ہیں یہ وہ روزہ دار ہے جو حرام کھانے سے روزہ افطار کرے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ شخص مراد ہے جو روزے کے دوران طعام حلال سے تو رُکا رہے، لیکن لوگوں کا گوشت کھاتا رہے، یعنی غیبت کرتا رہے جو حرام ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنے اعضا کو گناہ سے نہ بچائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۔ رزق حلال

پانچواں ادب یہ ہے کہ افطار کے وقت حلال کھانا بھی کم ہی کھاؤ۔ اتنا نہ کھاؤ کہ پیٹ پھول جائے۔ اس لیے کہ اللہ کے نزدیک حلق تک بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی بھر جانے والی چیز نہیں، اگرچہ کھانا حلال ہو۔ شیطان پر غالب آنے اور شہوت کا زور توڑنے میں روزے سے کیا مدد ملے گی، اگر روزہ دار افطار کے وقت دن بھر کی بھوک پیاس کی تلافی کردے اور ایک وقت میں اتنا کھالے جتنا دن بھر میں کھاتا تھا۔ افطار کے وقت کھانے کی انواع واقسام زیادہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ رمضان کے دنوں میں اچھے اور نفیس کھانے اتنے زیادہ کھا جاتے ہیں کہ اور دنوں میں کئی مہینے بھی نہ کھائیں۔

ظاہر ہے کہ روزے کا مقصود تو خالی پیٹ رہنا اور خواہش نفس کو قابو میں رکھنا ہے، تاکہ نفس میں تقویٰ پیدا ہو۔ اب اگر کوئی صبح سے شام تک تو معدہ خالی رکھے، پھر لذیذ کھانوں سے خوب پیٹ بھر لے، تو نفس کی خواہشات اور لذتیں دوبالا ہو جائیں گی، اور ایسی خواہشات بھی بیدار ہو جائیں گی جو روزہ نہ رکھتا تو نہ ابھرتیں۔ بہتر یہ ہے کہ رات کو بھی اپنا پیٹ اتنا خالی رکھے کہ تہجد اور دیگر وظائف میں آسانی ہو، شیطان دل کے پاس نہ آنے پائے، اور عالم ملکوت کے دیدار سے فیض یاب ہو سکے۔ اگرچہ صرف پیٹ کا خالی رکھنا بھی کافی نہ ہوگا، جب تک وہ اپنی فکر اور ارادہ کو اللہ کے علاوہ ہر مقصود سے خالی نہ کرلے۔

۶۔ خوف ورجا

چھٹا ادب یہ ہے کہ روزہ افطار کرنے کے بعد خوف و رجا کی کیفیت طاری ہو۔ اُمید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کا روزہ قبول فرمائے گا اور اسے مقربین میں شامل کرے گا۔ ساتھ ہی ڈرے کہ شاید اس کا روزہ قبول نہ کیا جائے اور وہ اللہ کے غضب کا مستحق ٹھیرے۔ حقیقت یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ہر عبادت سے فارغ ہونے کے بعد یہی کیفیت ہونا چاہیے۔

یہ روزے کے وہ چھ آداب ہیں جن کو ملحوظ رکھنے ہی سے روزہ حقیقی معنوں میں صحیح ہوتا ہے۔ ابودرداءؓ کہتے ہیں کہ عقل مند آدمی کا سونا اور روزہ نہ رکھنا بھی خوب ہے، اور بے وقوف آدمی کا روزہ رکھنا اور جاگنا بھی برا ہے! کہا گیا ہے کہ یقین اور تقویٰ کے ساتھ ذرہ برابر عبادت، غلط کاریوں کے ساتھ کی ہوئی پہاڑ کے برابر عبادت سے افضل ہے۔ بعض علما نے کہا ہے کہ بہت سے روزہ دار درحقیقت بے روزہ ہوتے ہیں، اور بہت سے بے روزہ، روزہ دار۔ بے روزہ روزہ دار وہ ہیں جو کھاتے پیتے تو ہیں مگر اپنے اعضا کو گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اور روزہ دار بے روزہ وہ ہیں جو کھانے پینے سے تو رک جاتے ہیں، لیکن اپنے اعضا کو گناہوں سے نہیں روکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، روزہ ایک امانت ہے، ہر ایک کو اپنی امانت کی حفاظت کرنا چاہیے۔ جب آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ، اَنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۙ (النساء ۴:۵۸)، اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، تو اپنے دست مبارک کو اپنے کان اور آنکھ پر رکھا، اور فرمایا کہ کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا بھی امانت ہے۔

❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

رمضان

نیکیوں کا موسم بہار مبارک ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باسمہ

اس ماہ میں جتنی محنت آپ کریں گے نیکیوں کی اتنی ہی اچھی فصل تیار ہوگی۔

زمین کی طرح آپ کے دل نرم اور آنکھیں نم ہوں گی اور اس میں آپ ایمان کا بیج بوئیں گے تو نیکیوں کی فصل لہلا اٹھے گی۔

اگر دل پتھر کی طرح سخت ہوں گے تو روزوں اور تراویح کا سارا پانی بہ جائے گا، آپ کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

اللہ رب العزت کا اتنا بڑا احسان اور فضل و کرم ہے کہ اجر و ثواب کے بیش بہا خزانوں سے لبریز رمضان کا مبارک مہینہ ایک بار پھر ہم کو حاصل ہو رہا ہے۔ وہ ماہ رمضان جو نیکیوں کا موسم بہار ہے، جہنّم سے آزادی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور جس کی ایک رات یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہ مہینہ مسلمانوں کی دینی اور روحانی تربیت کا مہینہ ہے۔ اس کے دوران اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور بخششوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر پورے جوش پر ہوتا ہے جو سچّے دل سے معافی مانگتا ہے اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ جنت کے دروازے مسلمانوں کے لیے کھول دیے جاتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی نیکیوں پر بھی اجر و ثواب کے خزانوں کے منہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کھول دیتا ہے۔ آنحضور ﷺ کی حدیث ہے جس کا مفہوم ہے کہ روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے۔ جس طرح زکوٰۃ نکالنے سے مال پاک اور بابرکت ہو جاتا ہے اس طرح روزہ رکھنے سے جسم گندگی اور بیماریوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ ایک اور حدیث شریف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ روزہ ڈھال ہے۔ جس طرح ڈھال انسان کو دشمن کے حملوں سے بچاتی ہے اس طرح روزہ مسلمانوں کو شیطان کے حملوں سے اور گناہوں سے اور جہنّم کی آگ سے بچاتا ہے۔

چنانچہ ان بیش بہا لمحات سے پورا پورا اٹھانے کے لیے تیار ہو جایئے اور رمضان المبارک کا پر جوش استقبال کیجیے۔

- پختہ عزم و ارادہ اور نیت کر لیجیے کہ رمضان شریف کے پورے روزے پورے اہتمام سے رکھیں گے۔ نیت کا اپنا ایک ثواب ہے، جونیت کے ساتھ ہی آپ کے اعمال میں درج ہو جاتا ہے۔
- طے کر لیجیے اور ابھی سے اس پر عمل شروع کر دیجیے کہ تمام نمازیں پابندی کے ساتھ اور باجماعت ادا کرنی ہیں، باجماعت نماز کا ثواب ۲۷ گنا زیادہ ہے اور رمضان المبارک میں یہ ثواب مزید ۷۰ گنا ہو جاتا ہے۔
- قرآن کریم کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کیجیے۔ یہ اللہ کی پاک کتاب ہے جو زندگی کی سب سے بڑی رہنما اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن کریم کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ سمجھ کر پڑھیے، اس کے معنی اور مفہوم پر غور و فکر کیجیے اور جو ہدایات اس میں دی گئی ہیں ان پر عمل کرنے کی پوری کوشش کیجیے۔
- حدیث شریف کا مطالعہ کیجیے۔ رسول کریم ﷺ کا فرمایا ہوا ایک ایک لفظ ہمارا سچا راہ نما ہے۔ اس پر غور و خوض کیجیے اور ایمان و عمل اور فکر و تدبیر کے جو سچے موتی حدیث پاک کے ایک ایک لفظ میں موجود ہیں انھیں اپنے دل میں بٹھا لیجیے اور ان کو اپنے عمل کا حصّہ بنا لیجیے۔
- اللہ سے مغفرت طلب کیجیے، گڑگڑا کر گناہوں کی معافی مانگیے۔ یہ مہینہ اللہ سے بخشش کرا لینے اور گناہوں سے پاک ہو جانے کا مہینہ ہے۔ ہر نماز کے بعد اور خصوصاً افطار سے پہلے صمیم قلب کے ساتھ دعا کیجیے کیونکہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔
- طے کر لیجیے کہ سحری سے پہلے اٹھا کریں گے اور نماز تہجد پابندی سے ادا کریں گے۔ تہجد کے بعد اللہ کے حضور رو رو کر دعا کیجیے۔ یہ قبولیت دعا کا خاص وقت ہے اور آخر رات کے سناٹے میں پڑھے جانے والے نفل اور مانگی جانے والی دعائیں اللہ کو بہت پسند ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ مسنون دعائیں اور وظائف بکثرت پڑھیے اور اپنا دامن اعمال اجر و ثواب سے بھر لیجیے۔ رسول کریم ﷺ کی بتائی ہوئی بہت سی جامع دعائیں اور وظائف ہیں۔ جن کو معمول بنا لینا چاہیے اور ان کی تسبیحات پڑھی جانی چاہییں۔

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ٹریننگ کورس بہت سی جامع دعائیں اور وظائف ہیں جن کو معمول بنا لینا چاہیے اور ان کی تسبیحات پڑھی جانی چاہییں۔

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ٹریننگ کورس ہے جو اس نے اپنے بندوں کے تزکیہ نفس اور تربیت دین کے لیے مقرر کیا ہے۔ طے کر لیجیے کہ آپ اس زریں موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اپنی بھرپور دینی تربیت کریں گے اور خود کو ایک پکا باعمل مسلمان بنائیں گے۔ ہر کام کرنے سے پہلے دیکھیں گے کہ اللہ کا حکم کیا ہے۔ صرف وہی کام کریں جو اللہ کو پسند ہیں اور ان تمام کاموں اور باتوں سے بچیں اور اللہ کو ناپسند ہیں۔

اپنے لیے مغفرت، نیکی، صحت، خوشحالی، رزق حلال اور اس میں برکت و ترقی کے لیے دعائیں کیجیے۔ اس کے ساتھ پاکستان کی خوشحالی، استحکام اور یہاں اسلامی نظام کے قیام کی دعائیں ضرور مانگیں۔ پورے عالم اسلام کے لیے دعائے خیر کیجیے، خاص طور پر کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین کشمیر کو جلد از جلد فتح مبین عطا فرمائے اور بھارت کے مسلمان ہندوؤں کے ظلم و ستم سے نجات پائیں اور دنیا بھر میں جہاں بھی مسلمان پریشان ہوں اور ان پریشانیوں سے نجات پائیں۔ خصوصاً فلسطین میں جہاں اسرائیل کے مظالم کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فلسطین کی مدد کرے اور ان کو ہمت اور حوصلہ دے اور مسلم ممالک کے حکمرانوں کو توفیق دے کہ وہ حق کے لیے مضبوط موقف اختیار کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو پکا مسلم اور مومن بنائے اور ہم اس کے محبوب اور پسندیدہ بندے بن جائیں۔ آمین!

❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی تربیت کیسے کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باسمہ

تربیت کا مفہوم و مقصود

تربیت، زندگی کے لیے انتہائی اہم اور ناگزیر چیز ہے۔ تربیت ہر دل کی آرزو ہے، ہر دل کو محبوب ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

اہمیّت اور محبوبیت کیوں؟

زندگی کی ساری تگ و دو محبوب مقاصد کے حصول میں کامیابی کے لیے ہوتی ہے۔ زندگی میں سارا رنگ اور مزا انھی محبوب مقاصد کے حصول کے دم سے ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ مقاصد کیا ہیں۔ وہ اعلیٰ بھی ہو سکتے ہیں اور ادنیٰ بھی، وسیع بھی ہو سکتے ہیں اور محدود بھی، مادی بھی ہو سکتے ہیں اور روحانی بھی، انفرادی بھی ہو سکتے ہیں اور اجتماعی بھی، اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور بُرے بھی۔ جیسے مقاصد، ویسی تربیت۔

اس سے بھی بحث نہیں کہ ایک انسان نے جن مقاصد کو محبوب بنایا ہے، اور جن کے حصول میں کامیابی کو محبوب بنایا ہے، اور جن کے لیے وہ کوشاں ہے، وہ اس لائق بھی ہیں یا نہیں کہ ان کو مقصود و محبوب بنایا جائے۔ تم کو تو انسانی فطرت کی یہ حقیقت یاد رکھنا چاہیے کہ جو بھی مقاصد ہوں، جب وہ محبوب ہو جاتے ہیں تو ان کے حصول میں کامیابی بھی محبوب ہو جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کامیابی کے لیے ہی قرآن مجید نے مختلف مقامات پر فوز اور فلاح کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ایک دفعہ تم نے انسانی فطرت اور تگ و دو میں کامیابی یا فوز اور فلاح کا مقام جان لیا، تو تمھارے اوپر قرآن کے ان تمام مقامات کے معانی کھل جائیں گے جن کا مرکز، حقیقی فوز اور فلاح کی طرف دعوت اور رہنمائی ہے۔

جب کوئی مقصد محبُوب ہوتا ہے، تو اس مقصد میں کامیابی کے لیے تم وہ سارے ذرائع اور وسائل جمع کرتے ہو اور لگاتے ہو جو اس کامیابی کے لیے درکار ہوں، ان ذرائع و وسائل کو تم نشو ونما دے کر، تراش خراش کر اس لائق بھی بناتے ہو کہ وہ کامیابی کے حصول میں پوری طرح مددگار و معاون ہوں اور تم وہ ساری جدوجہد اور کوشش بھی کرتے ہو جو کامیابی کے لیے درکار ہو۔

اب یہاں ایک بات یہ اچھی طرح جان لو کہ اگر کسی چیز کے مقصد ہونے کا تمھیں دعویٰ ہے تو وہ تمھیں کتنا محبُوب ہے؟ اس کی کسوٹی نہ تمھاری زبان سے اعلان ہے نہ تمھارے قلم سے، بلکہ اس کی کسوٹی تو صرف یہ ہے کہ تم اس مقصد میں کامیابی کے لیے درکار ذرائع اور وسائل جمع کرتے ہو یا نہیں، اور کامیابی کے حصول کے لیے بھرپور جدوجہد، کوشش اور کاوش کرتے ہو یا نہیں۔

دوسری بات یہ بھی اچھی طرح جان لو کہ جب مقصد واضح ہو اور واقعی محبُوب ہو تو وہ خود ہی اپنے حصول کے لیے راہ نما اور استاد کا کام بھی کرتا ہے، وہ خود ہی منارہ نور اور قطب نما بھی بن جاتا ہے۔ بلکہ بعض حالات میں تو وہ ان وظائف کے لیے کافی ہوتا ہے، اور کسی اور ذریعہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ یعنی مقصد ہی بتا دیتا ہے کہ اس کے حصول کے لیے کیا وسائل و ذرائع درکار ہیں، ان کو کیا اور کس طرح نشو ونما دینا ہے۔ وہ نشانات راہ بھی متعین کرتا ہے، راہیں بھی کھولتا ہے، طریقے بھی بناتا ہے اور سمت بھی صحیح رکھتا ہے۔

وسائل و ذرائع کیا درکار ہیں، اور ان کو نشو ونما دے کر کیا بنانا ہے کہ وہ مفید مطلب ہوں، اس کا سارا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ مقصد کیا ہے۔ اگر تمھیں سپاہی بننا ہے تو کتاب قلم نہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہتھیار درکار ہوں گے۔ اگر عالم بننا ہے تو کتاب قلم کی ضرورت ہوگی۔

لیکن ایک چیز جس کی تمھیں ہر مقصد کے حصول کے لیے ضرورت ہوگی، وہ تمھاری اپنی شخصیت ہے۔ ''شخصیت'' کا لفظ ہم وسیع معنوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ تمھارا جسم، تمھاری عقل، تمھاری معنوی صلاحیتیں، تمھارا دل، تمھارے جذبات، تمھارا کردار، تمھارے اخلاق، غرض ہر چیز شخصیت میں شامل ہے۔ اپنی شخصیت کو نشو ونما دے کر اس بات کا اہل بنانا کہ وہ اپنا محبوب مقصد حاصل کر لے، اسی کا نام تربیت ہے۔

یہ تربیت ہم منظم و مرتب کوشش سے بھی حاصل کرتے ہیں، اور بغیر منظم کوشش کے بھی۔ اسی طرح شعوری طور پر بھی اور غیر شعوری طور پر بھی تربیت حاصل ہوتی ہے۔

ایک تربیت وہ ہے جو ہمارے جسمانی وجود کی تربیت ہے، ہمارے جسم کی، جسم میں بخشی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کی، خصوصاً سوچنے سمجھنے، دیکھنے، سننے (سمع، بصر اور فواد) اور عمل کرنے کی استعداد کی تربیت۔ اگرچہ اس کا بھی ایک حصّہ اور ایک درجہ اپنے ارادے اور کوشش سے حاصل ہوتا ہے، مگر ہم خود کریں یا نہ کریں، چاہیں یا نہ چاہیں، یہ تربیت بڑی حد تک بہ ظاہر خود بخود ہوتی رہتی ہے، لیکن صرف بہ ظاہر۔ کیونکہ درحقیقت یہ ہمارے رب اور مربی کا دست قدرت و رحمت ہے، جو ہماری یہ تربیت کرتا ہے۔ ہماری پیدایش کا عمل شروع ہوتے ہی یہ تربیت شروع ہو جاتی ہے، اور عمر بھر جاری رہتی ہے۔ یہ تربیت نہ ہو تو ہمارا وجود، وجود میں ہی نہیں آ سکتا، اور آ جائے تو ایک بامعنی وجود نہیں بن سکتا۔

دوسری تربیت وہ ہے، جو ہمارے معنی وجود کی تربیت ہے۔ ہمارے دل و دماغ کی، ہمارے علم و فکر کی، ہمارے جذبات و احساسات کی، ہمارے اعمال و اخلاق کی اور ہمارے کردار اور سیرت کی تربیت ہے۔ اس تربیت کا ایک حصّہ ہمیں پیدایشی طور پر ملتا ہے، ایک حصّہ اپنے ماحول سے بھی ملتا ہے، لیکن فی الجملہ یہ تربیت ہمارے ارادے اور کوشش سے، اور خود ہمارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ کرنے سے ہوتی ہے۔ مگر غور کرو تو ہمارے ارادے اور کوشش کی حیثیت صرف شرائط کی ہے، ورنہ درحقیقت یہاں بھی ہمارا مربی، ہمارا رب تعالیٰ ہی ہے، جس کی توفیق اور دست گیری کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔

آخر، اللہ کی پیدا کردہ اس کائنات میں کوئی چیز بھی ان کی مشیت اور تدبیر کے بغیر، خود بخود یا صرف کسی غیر اللہ کے کرنے سے کیسے ہوسکتی ہے؟ اس تربیت سے زیادہ اہم اور ضروری چیز ہمارے لیے اور کیا ہوسکتی ہے؟

اس کے نتیجے میں ہمیں عقلی، علمی، معنوی، جسمانی اور پیشہ ورانہ صلاحیتیں اور مہارتیں حاصل ہوتی ہیں، جن سے ہم دُنیا کے بڑے بڑے کام انجام دیتے ہیں۔ اسی سے ہمیں نیک سیرت، بلند و پختہ کردار اور پاکیزہ اخلاق کی بیش بہا نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ پاک سیرت، مضبوط کردار اور حسن اخلاق دُنیا کی سب سے خوب صورت چیزیں ہیں، سب سے زیادہ محبُوب اور عزیز ہیں، سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔ دُنیا میں محبُوب اور عزیز ہیں، سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔ دُنیا میں حقیقی محبُوبیت بھی عموماً انھی کے ذریعے ملتی ہے۔ مگر آخرت میں تو اپنے رب اور مربی کے نزدیک مقبولیت اور محبُوبیت اور اس کی قربت اور جنت، صرف اسی تربیت کے ذریعے نصیب ہوسکتی ہے۔ ان نعمتوں سے بڑھ کر اور کیا چیز محبُوب ہوسکتی ہے۔ پھر تربیت ہمارے دل کی آرزو اور ہمارے دل کو محبُوب کیوں نہ ہو، کہ ان محبُوب مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔

اسی لیے دُنیا و آخرت کی فلاح کو تزکیہ و تربیت پر منحصر کر دیا ہے۔ فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (الاعلیٰ ۸۷:۱۴) بے شک فلاح پا گیا جس نے بہ اہتمام اپنا تزکیہ آپ کیا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰهَا (الشمس ۹۱:۹) بے شک فلاح پا گیا جس نے مسلسل تدریج کے ساتھ اپنی شخصیت کا تزکیہ کیا۔ جنت کے سدا بہار باغ، نہریں اور بلند درجات اسی کے لیے ہیں۔ ''جو اپنے نفس کا تزکیہ کرے''۔ (طٰہٰ ۲۰:۷۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تربیت کا مقصود، جنت

ہماری نگاہ و دل کے لیے کون سا مقصد سب سے بڑھ کر محبُوب ہونا چاہیے، کہ جس کے حصول میں کامیابی پر ہماری اپنی تربیت کی ساری کوشش مرکوز ہو؟

پہلے ہی قدم پر یہ فیصلہ کرنا اس لیے اہم اور ضروری ہے، کہ جیسا مقصد ہوگا اس کے حصول میں کامیابی کے تقاضوں کے مطابق ویسی ہی اپنی شخصیت ہمیں بنانا ہوگی اور اسی کے مطابق طریقے اختیار کرنے ہوں گے۔ اگر کسی کا مقصد حصول علم ہے، تو کامیابی کے لیے وہ درس گاہوں میں جائے گا، اہل علم سے علم حاصل کرے گا، کتاب و قلم سے رشتہ جوڑے گا، تجزیہ اور اظہار و بیان کی قدرت حاصل کرے گا۔ اگر کسی کا مقصد روحانی ترقی ہے، تو وہ کامیابی کے لیے خانقاہوں اور مشائخ کا رخ کرے گا، مجاہدہ و ریاضت کرے گا، ذکر و مراقبے سے شغل رکھے گا۔ اگر اسے جنگ لڑ کر جیتنا ہے، تو وہ کتاب و قلم اور ذکر و نفس کشی چھوڑ کر اسلحہ کا استعمال سیکھے گا اور قوت فراہم کرے گا۔

یہ بات ظاہر ہے کہ ہماری زندگی کا سب سے محبُوب مقصد، موت کے بعد ہمیشہ کی زندگی میں جنت اور اللہ کی رضا و خوشنودی کا حاصل کرنا ہے۔ اللہ کے غضب اور اس کی آگ سے بچنا، رضائے الٰہی کے مقصد کی دوسری تعبیر ہے۔ آگ سے بچائے جائیں گے، اللہ کے غضب سے بچیں گے، جنت میں داخل ہوں گے اور رضائے الٰہی نصیب ہوگی۔ رضائے الٰہی جنت سے زیادہ بڑی چیز ہے، وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ (توبۃ ۹:۷۲) لیکن دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ جنت کی آرزو، رضائے الٰہی کی طلب ہی کا تقاضا ہے۔ اللہ راضی ہوگا تو وہ آگ سے بچائے گا اور جنت میں داخل کر کے اپنی رضا پر سرفراز کرے گا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ "ہمیں صرف اللہ کی رضا چاہیے، ہمیں جنت سے کوئی سروکار نہیں" وہ لوگ رضائے الٰہی کے مفہوم سے واقف نہیں۔ دیکھو، ایک جگہ کہا گیا ہے کہ "وہ لوگ جو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(البقرۃ ۲:۲۰۷)' اور دوسری جگہ کہا گیا ہے کہ ''اللہ نے مومنین سے ان کے جان و مال خرید لیے ہیں، اس عوض میں کہ ان کو جنت ملے گی''۔ (التوبہ ۹:۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے یہ بات کھول کر، تاکید کے ساتھ بار بار ہمارے سامنے رکھ دی ہے کہ زندگی کی ساری تگ و دو کا مقصد اصل زندگی، باقی رہنے والی زندگی، موت کے بعد کی زندگی میں جنت کے حصول میں کامیابی ہونا چاہیے۔ یہاں کی یا وہاں کی زندگیوں میں سے ایک کو منتخب کرلو:

وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ط (الحدید ۵۷:۲۰)

اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔

دُنیا کی جس چیز کو بھی محبُوب و مطلوب بناؤ گے، وہ دھوکے کا پردہ ہے، اور محض نظر کا فریب ہے۔ اس لیے کہ آخری سانس نکلتے ہی وہ ساتھ چھوڑ جائے گی۔ اس زمین پر ہر چیز ہی فنا اور ختم ہو جانے والی ہے۔ باقی رہنے والی چیز صرف اللہ جلیل و کریم کی ذات اور اس کی خوشنودی ہے۔ دُنیا کی یہ تمام چمکتی دمکتی چیزیں، چاند سورج کی طرح ڈوبنے والی ہیں۔ ان کو زندگی کا محبُوب بنایا تو ان کے ساتھ ساری زندگی کی دوڑ دھوپ اور ساری شخصیت بھی ڈوب جائے گی۔ اس لیے فرمایا:

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لا (الحدید ۵۷:۲۱)

دوڑو، اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا: سَارِعُوْٓا (آل عمران ۳:۱۳۳) دوڑ کر چلو جنت کی راہ پر، تم کو زندگی بھر جنت کی طرف ہی دوڑ لگانا ہے..... نہ ادھر دیکھنا، نہ ادھر دیکھنا، نہ ٹھیرنا، نہ ستانا..... مطلب یہ کہ ساری تربیت اس دوڑ کو جیتنے کے لیے ہی ہونا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی میں رنگ اور مزا، مقاصد میں کامیابی کے دم سے ہے۔ سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ تم جنت میں پہنچ جاؤ:

وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ (اٰل عمرٰن ۳:۱۸۵)

اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔

کامیابی بھی کیسی کامیابی! بہت بڑی کامیابی (الفوز الکبیر) نمایاں کامیابی، (الفوز المبین)، عظیم الشان کامیابی (الفوز العظیم) سولہ مقام پر اللہ تعالیٰ جنت میں داخلے اور وہاں کی نعمتوں کا بیان کر کے فرماتے ہیں: و ذالك الفوز العظیم ایک سو سے زیادہ مقامات پر جنت کی نعمتوں کو بیان کیا ہے۔ بعض جگہ تو ایک ایک چیز کی تفصیل بیان کی ہے۔ ان کا لالچ دیا ہے۔ انھی کو حاصل کرنے میں کامیابی کو زندگی بھر کا مقصود و مطلوب بنانے کی ترغیب دی ہے۔ کہا ہے کہ، لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ (الصّٰفّٰت ۳۷:۶۱) یقیناً یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔ ایسی ہی کامیابی کے لیے کام کرنے والوں کو کام کرنا چاہیے۔

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (المطففین ۸۳:۲۶)

جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہوں، وہ اس چیز کو حاصل کرنے میں بازی لے جانے کی کوشش کریں۔

اس طرح شوق اور ولولہ پیدا کیا ہے، اُمنگ اور آرزو ڈالی ہے اور کارنامہ زندگی کے اختتام پر اسی انجام کو دل و نگاہ کا محبوب بنایا ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً o فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ o وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ o (الفجر ۸۹:۲۷-۳۰)

اے نفس مطمئن، چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنی کامیابی سے) خوش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں، اور داخل ہو جا میری جنت میں۔

یکسوئی کا فیصلہ

تربیت کی راہ میں پہلا قدم یہی ہے کہ تم جنت کے بارے میں یکسو ہو جاؤ، اور فیصلہ کر لو کہ یہی مقصودِ زندگی ہے، اسی کے حصول میں کامیابی مطلوب ہے۔ ساری تربیت کا مقصود یہی کامیابی حاصل کرنے کے لائق بننا ہے۔

یکسوئی کے ساتھ فیصلہ کرنے کی بات بہت اہم ہے۔ یہ زندگی بھر کا فیصلہ ہے۔ اسے ایک دفعہ سوچ سمجھ کر کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ بعد میں بار بار دہرانا بھی ضروری ہے۔ تم دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر کہیں بھی نہیں پہنچ سکتے۔ ہمیشہ ڈگمگاتے اور لڑکھڑاتے رہو گے۔ ساحل ہاتھ نہ آئے گا۔ بدقسمتی سے آج ہمارے تربیت کے اکثر مسائل اس دوغلے پن کی وجہ سے ہیں۔ تم ایک دفعہ جست لگا کر جنت کی کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ ذہنی، قلبی اور نفسیاتی طور پر مکمل یکسوئی کے ساتھ، عملاً پہلا قدم راہ پر رکھ دو۔ پھر دیکھو کیا کیا نہیں ہو سکتا۔

اس مقصد کے لیے مفید ہوگا اگر تم وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو، اپنی بساط بھر پورے خشوع و خضوع سے پڑھو، پھر دوزخ کے سارے عذاب اور جنت کی ساری نعمتیں یاد کرو، اور اس وقت کا تصور کرو جب ملک الموت آ کر کہے گا کہ ''وقت ختم، اب میرے ساتھ چلو''۔ اور اس وقت کا بھی تصور کرو، جب اللہ کے روبرو کھڑے ہو گے اور زندگی بھر کا فیصلہ ہو رہا ہوگا۔ اور بس پھر فیصلہ کر لو کہ مجھے اپنی بساط بھر جنت کے لیے پوری پوری کوشش کرنا ہے۔ پھر اللہ سے رو کر، گڑگڑا کر، دُعا کرو۔ اس کے بعد جب اور جتنی بار چاہو، مانگتے رہو۔ اور جن الفاظ میں چاہو مانگو:

اللّٰھم انی اسئلك الجنة وما قرب اليها من قول او عمل، واعوذبك من

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النار، وما قرب اليها من قول و اوعمل (ابن ماجه)

اے اللہ، میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں، اور ہر اس قول اور عمل سے جو مجھے آگ سے قریب کرے۔

اللّٰهم انی اسئلك ایمانا لا یرتد، ونعیما لا ینفد، وقرة لا تنقطع ورافقة نبیك سیدنا محمد صلی اللّٰه علیه وسلم فی اعلی جنات الخلد (ابن ابی شیبه)

اے اللہ میں تجھ سے ایمان مانگتا ہوں جو کبھی نہ چھینا جائے، اور وہ نعمت جو کبھی نہ مٹے، وہ لذت جو کبھی نہ ختم ہو، اور ہمیشہ کی جنت کے بلند ترین درجات میں، میں تیرے نبی محمد ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں۔

عادات واعمال کی اصلاح وتعمیر اور سیرت وکردار کی تعمیر، زندگی بھر کا کام ہے، جو بتدریج ہوگا۔ ہوتا رہے گا۔ لیکن کسی چیز سے محبت ہو جانا، اس کی طلب پیدا ہو جانا، اس کو حاصل کرنے کے لیے تڑپ اٹھنا، اور اس میں لگ جانا، یہ لمحہ بھر کا کام ہے۔ محبت پہلی نظر میں بھی ہو جاتی ہے۔ طمع وخواہش کے غالب آتے ہی آدمی جست لگا لیتا ہے۔

برکات وثمرات

یہ فیصلہ ناگزیر ہے۔ اس لیے کہ اسی سے ہی تمھاری تربیت کے نقوش وخطوط، طریقے اور تدابیر کا تعین ہوگا۔

یہی تمھارے لیے کسوٹی کا کام کرے گا۔ کیا بات کرو، کیا نہ کرو، کس طرح کرو، کیا کام کرو، کیا نہ کرو، کیا صفت پیدا کرو، کیا نکالنے کی کوشش کرو وغیرہ۔ یہ فیصلہ اس طرح کرو کہ کیا چیز جنت کے قریب لے جائے گی اور کیا چیز اس سے دور اور جہنّم سے قریب۔ کیا چیز اللہ کو خوش کرے گی، اور کیا چیز اسے ناراض۔ قانونی مسائل کے صحیح علم میں مشکل پیش آسکتی ہے۔ یہ باتیں تو سب کو معلوم ہیں۔ چنانچہ، جیسا ہم نے کہا، یہ فیصلہ تمھارا سب سے بڑا رہنما اور معلم بن جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ فیصلہ تمھیں وہ ساری قوت اور جذبہ اور تحریک فراہم کرے گا، جو تمھیں تربیت کی راہ میں درکار ہوگی۔ سچی بات ہے کہ اگر تمھارے دل کو لگ جائے کہ تمھیں کسی منزل پر پہنچنا ہے، کچھ بننا ہے، کچھ حاصل کرنا ہے، تو پھر یہ فیصلہ بھی تمھاری تربیت کے لیے کافی ہوسکتا ہے۔ یہ تم کو آگے بھی بڑھائے گا اور تمھاری سمت بھی درست کرے گا، بغیر اس کے کہ کوئی خارجی ذریعہ یہ کام کرے۔ اس کی مثالیں موجود ہیں کہ مکہ میں لوگ آئے، ایمان لائے، جنت کا سودا کیا، چند سورتیں سیکھیں، واپس چلے گئے، جیسے طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ پھر اس وقت آئے جب آنحضور ﷺ مدینے پہنچ چکے تھے۔ لیکن یہ اپنے ایمان اور اسلام پر قائم بھی رہے اور ترقی بھی کرتے رہے۔

فیصلہ کرو گے تو یہ بھی اچھی طرح جان لو کہ جنت کے علاوہ ہر چیز جو بہ ظاہر مقصود و مطلوب ہے، اور جس کے حصول میں کامیابی تمھیں محبوب ہے، وہ فی الواقع مقصود حقیقی نہیں۔ تربیت بھی خود مقصد نہیں، نیک سیرت بھی خود مقصد نہیں، حسن اخلاق بھی خود مقصد نہیں، دعوت و جہاد بھی خود مقصد نہیں، غلبہ اسلام اور اقامت دین بھی خود مقصد نہیں۔ ہر چیز جنت کے حصول کا ذریعہ ہے، جس حد تک وہ صالح ہو، خالص ہو، اور آخرت میں باقی رہ جائے۔ ورنہ ان میں سے بھی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

اگر تم اس بات کو اچھی طرح جان لو گے، اور اچھی طرح یاد رکھو گے، تو تربیت کی راہ کی بہت سی مشکلات دور ہو جائیں گی، بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے اور بہت سے فتنوں کی جڑ کٹ جائے گی۔ تربیت کی راہ آسان اور صاف ہو جائے گی۔ تربیت ہی کی نہیں، پورے دین پر عمل کی راہ بھی ان برکتوں سے معمور ہو جائے گی۔ دین کی ہر تعلیم اور ہر حکم پر عمل بھی تربیت کا ذریعہ ہی تو ہے۔ دین کی راہ دراصل تربیت ہی کی راہ ہے۔

پھر تم کچھ کرنا چاہو گے اور نہ کر سکو گے، کچھ چھوڑنا چاہو گے اور نہ چھوڑ سکو گے، کچھ بننا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہو گے اور نہ بن سکو گے، تو نہ ہمت ہارو گے اور نہ مایوس ہو گے۔ ان میں سے کوئی چیز مقصود نہیں، مقصود صرف جنت ہے۔ ہر کوشش کا اجر جنت ہے۔ ہر گناہ کے بعد استغفار کا موقع ہے، اور مغفرت جنت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ پھر کوئی تمھاری دعوت قبول نہ کرے، کوئی تمھاری انا اور نفس کو ٹھیس پہنچائے، تم کو برسوں کام کر کے بھی دین کی راہ میں پیش رفت نصیب نہ ہو، تو بھی اسی عزم اور حوصلے کے ساتھ چلتے رہو گے۔ اس لیے کہ تم ان میں سے کسی کی طرف نہیں دوڑ رہے تھے، تم جنت کی طرف دوڑ رہے تھے۔

پھر تمھیں نہ خود اپنے اندر کمال کی طلب ہوگی، نہ دوسروں میں، اور نہ دوسروں کے نقائص کی وجہ سے تم اپنا کام ادھورا چھوڑ کر اپنی جنت کی منزل کھوٹی کرنا چاہو گے۔ اس لیے کہ مکمل کمال صرف اللہ کو حاصل ہے، اور تمھارا مطلوبہ کمال فرشتوں کو حاصل ہے، جو گناہ کر ہی نہیں سکتے۔ لیکن فرشتوں کے لیے جنت کی منزل نہیں۔ جہاں تمھیں اپنے کمال میں زوال یا نقص نظر آئے گا، وہیں تم اللہ کی پناہ لو گے، استغفار کرو گے، اور مغفرت و جنت کی طرف چلنا شروع کرو گے۔

جامعیت

یہ غلط فہمی نہ ہو کہ جنت، اور صرف جنت کو مقصود بنا لینے سے دیگر تربیتوں کا محرک یا ضرورت ختم ہو جائے گی۔ کسی اور چیز کو تربیت کا مقصد بناؤ گے تو جنت خارک ہو جائے گی۔ جنت کو مقصد بناؤ گے تو یہ اتنا جامع مقصد ہے کہ ہر نوع کی تربیت اس میں شامل ہو جائے گی۔

کیا دیانت داری جنت میں نہیں لے جائے گی؟ پھر کیا اپنے فرائض کو دیانت داری اور بہ حسن و کمال انجام دینا جنت میں نہیں لے جائے گا؟ پھر کیا اس مقصد کے لیے حاصل کردہ تربیت بھی جنت میں داخل ہونے کے لیے تربیت میں شامل نہ ہوگی؟ کیا زراعت و تجارت کر کے لوگوں کی ضروریات پوری کرنا جنت سے قریب نہیں کرے گا؟ کیا ان کاموں کو دیانت اور حسن و خوبی سے انجام دینے پر جنت نہیں ملے گی؟ پھر ان کے لیے تربیت جنت کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تربیت کے دائرہ سے باہر کیوں ہو؟ کیا لایعنی چیزوں کو ترک کر دینا اسلام کا حسن نہیں؟ کیا وقت کے صحیح استعمال کی تربیت جنت میں جانے کے لیے ضروری نہ ہوگی؟ کیا نماز کا وقت پر پڑھنا جنت میں لے جانے میں مدد نہیں کرے گا؟ پھر کیا زندگی کے سب کام وعدوں کے مطابق وقت پر انجام دینے کی تربیت جنت کا مستحق نہیں بنائے گی؟ بلکہ وعدوں کی پابندی تو ان اعلیٰ نیکیوں میں شامل ہے، جن پر وضاحت سے جنت کا وعدہ ہے۔ غرض، جس پہلو سے غور کرو، ہر تربیت، جو ناجائز مقاصد کے لیے نہ ہو اور جنت کی نیت سے ہو، جنت کی تربیت ہے۔ یہ مقصد انتہائی جامع مقصد ہے۔

پہلا قدم

تربیت کی راہ پر پہلا قدم یہی ہے کہ تم جنت اور صرف جنت کو، اپنی زندگی کا محبوب و مطلوب بنا لو۔ جنت ہی پر اپنی نگاہیں جما لو۔ دل کو اسی کی آرزو، طمع اور اُمید سے بھر لو۔ چلو تو اس کی طرف چلو، دوڑو تو اس کی طرف دوڑو۔

یہ تمھارا سوچا سمجھا فیصلہ ہو، اس پر تمھارا دل پوری طرح مطمئن ہو۔ یہ تمھارے دل پر نقش ہو، یہ ہمیشہ تمھاری آنکھوں کے سامنے رہے۔ تم اسے بار بار یاد کرتے رہو، اور تمھاری زبان پر بھی اس کا چرچا ہو۔

❖

تربیت آسان ہے، بالکل بس میں ہے

جنت کی خواہش کرنا تو آسان لگتا ہے، جنت کی طلب بھی دل میں محسوس ہوتی ہے، مگر اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی تربیت کرنا انتہائی دشوار کام لگتا ہے، بلکہ بعض اوقات ناممکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سا لگتا ہے۔ زندگی اس طرح بسر کرنا کہ جنت میں داخل ہوسکیں، اس لائق بننا کہ جنت کے راستے پر چل سکیں، لگتا ہے کہ یہ اپنے بس میں نہیں۔

لیکن جب تم تربیت کے راستے پر پہلا قدم اٹھالو، اور سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کرلو کہ اللہ کی رضا اور جنت کا حصول ہی زندگی میں سب سے بڑھ کر محبُوب ومقصود ہونا چاہیے.....تو سب سے پہلی یہی بات جاننا، اور اسی پر یقین رکھنا ضروری ہے کہ تربیت کا راستہ آسان ہے، اور جنت کا حاصل کرنا بالکل اپنے بس میں ہے۔ اسے آسان اور بس میں ہونا ہی چاہیے۔ تاکہ ہم سہولت سے اس راستے پر چل سکیں جو ہمیں جنت تک لے جائے۔ اس بات کو صرف ایک دفعہ جان لینا کافی نہیں، بلکہ اس کو بار بار دہرانا اور ہر دم تازہ رکھنا ضروری ہے۔

آسان ہونے اور بس میں ہونے سے ہماری مراد یہ نہیں کہ اپنی تربیت کے لیے محنت نہیں کرنا ہوگی، ریاضت نہیں کرنا ہوگی، مجاہدہ نہیں کرنا ہوگا، یا یہ کہ اس راہ میں تکلیفیں پیش نہیں آئیں گی، ناگوار چیزیں برداشت نہیں کرنا پڑیں گی، دکھ اور ایذا نہیں پہنچے گی، مشکل اور دشوار مراحل سے نہیں گزرنا ہوگا۔ نہیں، ان میں سے ہر چیز پیش آسکتی ہے۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہر ناگوار اور تکلیف دہ چیز کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمت وقوت، اور ہر مشکل سے نکلنے کے لیے راستہ بھی موجود ہے، اور دست گیری کا سامان بھی۔ ہر کام جس کے کرنے کا مطالبہ ہے، وہ انسان کے اختیار اور بس میں ہے۔

آسان کیوں ہونا چاہیے: امتحان کا تقاضا

ہم نے صف یہ نہیں کہا کہ تربیت کرنا آسان ہے، بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ اسے آسان ہی ہونا چاہیے۔ اس بظاہر تعجب خیز بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لو۔ یہ آسان ہونا اس مقصد کا ناگزیر تقاضا ہے جس کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ورحمت اور عدل کا بھی ناگزیر تقاضا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس زمین پر کس مقصد کے لیے یہ زندگی بخشی ہے؟ اس امتحان کے لیے کہ تم حسن عمل کی روش اختیار کرتے ہو، یا بدعملی کی۔ شکر کی راہ چاہتے ہو یا ناشکری کی۔ ایمان لاتے ہو یا کفر کرتے ہو۔ اطاعت کرتے ہو یا سرکشی وطغیانی۔ صرف اللہ کی بندگی کرتے ہو یا اس کے علاوہ دوسرے خدا بنا لیتے ہو۔ بات کسی اسلوب سے بھی کہو، مطلب ایک ہے، اور مدعا بھی ایک، اللہ کو تمھارا امتحان مقصود ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ط (الملک ۶۷:۲)

جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا، تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے، تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا o (الدھر ۷۶:۳)

ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔

جب امتحان ہے، تو تمھیں اختیار اور آزادی عمل بھی حاصل ہے۔ یہ اختیار دینا ضروری تھا۔ مجبور و مقہور کا امتحان ایک بے معنی کام ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عدل سے بعید تھا کہ وہ ایسا کرتے۔ عمل کے امتحان میں بھی ڈالتے، عذاب وثواب کو بھی اس امتحان کے نتیجے پر منحصر کرتے، لیکن عمل کرنے کا اختیار اور آزادی تمھیں نہ بخشتے۔ چاند، سورج، ستارے اور فرشتے، بال برابر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے..... کرنہیں سکتے۔ ان کا نہ حساب ہے، نہ ان کے لیے جنت میں داخل ہونے کے انعام کا امکان۔

یہ امتحان بھی عجیب نوعیت کا امتحان ہے۔ اگرچہ امتحان کی مدت بہت مختصر، فانی اور ختم ہونے والی ہے، لیکن اس کے نتیجے میں، حاصل ہونے والا عذاب شدید یا رضوان و جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے، مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ ط (النحل ۱۶:۹۶) جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے، جو کچھ اللہ کے پاس وہاں ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہنے والا ہے۔

کیونکہ جنت کا حصول تربیت پر موقوف ہے، اور جنت ہی مقصود زندگی ہے، اس لیے اللہ کی ربوبیت و رحمت کا تقاضا ہوا کہ جنت کی راہ، تربیت کا راستہ، آسان ہو اور ہر شخص کو دستیاب ہو۔ اس کی ربوبیت ورحمت کے اس قانون کا جلوہ تم زندگی میں ہر جگہ دیکھ سکتے ہو۔

جسم کی بقا اور تربیت کے لیے ہوا ناگزیر ہے، ہم چند لمحے بھی ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہوا اس طرح عام ہے کہ ہر جگہ موجود ہے، ہر شخص کو دست یاب ہے، اور بلا کسی کوشش کے دستیاب ہے۔

پانی بھی زندگی کے لیے ناگزیر ہے، لیکن ایک درجہ کم۔ وہ بھی ہر جگہ پہنچایا جاتا ہے، بہ آسانی دست یاب ہوتا ہے، لیکن ہوا کی طرح عام نہیں۔ تو جس تربیت پر عارضی نہیں ابدی زندگی میں بقاو فلاح کا انحصار ہو، کیا وہ ہوا اور پانی کے مثل، اور اپنی نوعیت کے لحاظ سے، آسانی سے اور عام طور پر دست یاب نہ ہوگی؟

امتحان تو ہر شخص کا مقصود ہے، جنت کی منزل تو ہر شخص کے سامنے رکھی گئی ہے۔ پھر کیا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عدل کے مطابق ہوتا کہ وہ امتحان میں بھی ڈالتا، دوڑ میں شریک بھی کرتا، سامنے جنت جیسا انعام اور ہدف بھی رکھ دیتا، مگر پھر جنت کی راہ پر دوڑنا اتنا دشوار اور مشکل بنا دیتا کہ ہر شخص کے لیے دوڑنا ممکن نہ ہوتا۔ لوگ ہمت ہار دیتے اور سمجھ لیتے کہ یہ تو دشوار بلکہ ناممکن کام ہے، اس پر کیسے یقین کیا جاسکتا ہے!

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور اس کے لیے تربیت کے راستے پر چلانے کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لی ہے:

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝ (اللیل ۹۲:۱۲۔۱۳)

بے شک راستہ بتانا ہمارے ذمے ہے، اور درحقیقت آخرت اور دُنیا، دونوں کے ہم ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مالک ہیں۔

اور، جنت کے راستے، اطاعت کے راستے اور دین کے راستے کو الیسری کا نام دیا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ۝ (اللیل ۹۲:۵۔۷)

جس نے (اللہ کی راہ میں) مال دیا، اور (اللہ کی نافرمانی سے) پرہیز کیا، اور بھلائی کو سچ مانا، اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔

اور یہ بھی فرمایا ہے:

یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ ۲:۱۸۵)

اللہ تمھارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔

اور یہ بھی کہ

یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ۝ (النساء ۴:۲۸)

اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے صاف صاف اعلان فرمایا کہ الذین یسر، دین کا راستہ، جنت اور تربیت کا راستہ ا، آسان راستہ ہے۔ بڑی شدت اور اہتمام سے، اپنے ساتھیوں کو جنھیں دُنیا بھر کو جنت اور مغفرت کے راستے پر چلنے کی دعوت دینا تھی، آنحضور ﷺ نے تاکید فرمائی ہے، اور بار بار فرمائی ہے کہ:

یسروا ولا تعسروا، بشروا ولا تنفروا

دین کو آسان اور سہل بناؤ، تنگ اور مشکل نہیں اور لوگوں کو بشارت دے کر خوش کرو، تنگی پیدا کر کے متنفر نہ کرو۔

چنانچہ، ہمیں یقین رکھنا چاہیے اور یہ بشارت قبول کرنا چاہیے، کہ ہم جس امتحان میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈالے گئے ہیں، اس کا ناگزیر تقاضا یہی ہے کہ تربیت اور آخر کار دین پر چلنے اور جنت میں پہنچنے کی راہ، آسان راہ ہے۔

رحمت وعدل الٰہی کا تقاضا

اللہ تعالیٰ کی رحمت وعدل سے جہاں یہ بات بعید تھی، کہ وہ ہم کو جنت کی دعوت دیتا..... وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ (البقرۃ ۲:۲۲۱) اور اللہ اپنے اذن سے تم کو جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے، وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ (یونس ۱۰:۲۵) اور اللہ تمھیں دارالاسلام کی طرف دعوت دے رہا ہے، اور ہم سے جنت کی طرف دوڑ لگانے کا مطالبہ بھی کرتا.....

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ (اٰل عمرٰن ۳:۱۳۳)

دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمھارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے۔

اور ساتھ ہی اس راہ کو اتنا دشوار گزار بنا دیتا کہ چل نہ سکتے، وہاں یہ بات اور بعید تر تھی کہ وہ ہمیں امتحان میں ڈالتا، اور اس لیے اور اس طرح ڈالتا کہ ہم ناکام ہو جائیں۔ ''کیا ایک ماں اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے'' ایک عورت نے حضور ﷺ سے پوچھا۔ آنحضور ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا ''نہیں' مگر لوگ اس کے سوا دوسرے خدا بنا لیتے ہیں!'' خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝ (النساء ۴:۱۴۷)

آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمھیں خواہ مخواہ سزا دے، اگر تم شکر گزار بندے بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو۔ اللہ بڑا قدر دان ہے، اور سب کے حال سے واقف ہے۔

تربیت کا کام شروع کرو تو اسی یقین کامل اور بھرپور اعتماد کے ساتھ شروع کرو، کہ راستہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آسان ہے، اللہ نے تمھیں ناکام ہونے کے لیے اس امتحان میں ہرگز نہیں ڈالا ہے، نہ وہ تم کو ناکام ہوتا دیکھنا چاہتا ہے، نہ تمھیں عذاب دے کر اسے کچھ ملے گا۔ یہ یقین بھی کہ تم سے جو مطالبہ ہے، خاص ہو یا عام، جس آزمایش میں ڈالے جاؤ، تمھیں وہ سب کچھ دیا گیا ہے، جس سے تم وہ مطالبہ پورا کر سکو، اور اس آزمایش سے کامیاب نکل سکو۔

آسانی کے پہلو: فطرت انسانی سے مطابقت

آسانی کے پہلو بے شمار ہیں۔ ہم تین پہلوؤں کی طرف توجہ دلائیں گے جن کو یاد رکھنا ضروری ہے۔

ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تمھاری فطرت ایسی بنائی ہے، کہ اس کو نیکی محبوب اور مطلوب ہے، وہ اسے اچھی اور خوبصورت لگتی ہے، وہ اس کے مزاج سے مطابقت رکھتی ہے، وہ اس کے لیے جانی پہچانی چیز ہے۔ انسان کتنا ہی برا اور بدکار ہو، وہ پھر بھی سچائی، ہمدردی، حسن اخلاق، عدل، دیانت، امانت اور وفائے عہد جیسی چیزوں کی تعریف کرے گا۔ ہر انسان بے گناہ قتل، ظلم و زیادتی، بدزبانی، حسد جیسی چیزوں کو ناپسند کرے گا۔

جب تم نیکی کرتے ہو تو تمھارا دل خوش ہوتا ہے، تمھیں اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ جب تم برائی کرتے ہو تو تمھارے دل میں خلش ہوتی ہے، اس کو زنگ لگ جاتا ہے، تم اپنی نگاہوں میں گر جاتے ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو نیکی اور برائی کی تعریف انھی الفاظ میں بتائی۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فطرت اللہ قرار دیا ہے، جس پر اس نے سارے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

چنانچہ نیکی اور حسن عمل کی راہ تو سیدھی اور آسان ہے، مگر وہ اس لیے مشکل ہو جاتی ہے کہ ہم خود اپنے کو ٹیڑھا میڑھا بنا لیتے ہیں۔ ایک گول سوراخ میں اگر ٹیڑھی چیز اندر نہیں جا سکتی تو قصور سوراخ کا نہیں۔ اگر چٹان پر فصل نہیں لہلہاتی تو قصور بارش کا نہیں ہے۔ اگر ہم اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قلب وفطرت کو سلیم بنالیں تو الیسری پر چلنا ہمارے لیے آسان ہوگا۔ اسی لیے قرآن مجید نے بڑے بلیغ اور معنی خیز انداز میں یہ فرمایا ہے کہ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى (اللیل ۹۲:۷) 'ہم انسان کو آسان کر دیتے ہیں، الیسری پر چلنے کے لیے، (لفظی ترجمہ یہی ہے) یہ نہیں کہ ہم الیسری کو آسان کر دیتے ہیں، انسان کے لیے'۔ قلب کو سلیم بنانے کا نسخہ بھی بڑا آسان ہے، جو ہم اپنے مقام پر بتائیں گے۔

دوسری آسانی: ساری زندگی تربیت گاہ ہے

آسانی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری زندگی اور ساری کائنات کو تربیت گاہ بنا دیا ہے۔ چند تربیتی امور لازم ضرور کیے گئے ہیں، مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج..... لیکن دراصل زندگی میں پیش آنے والا ہر واقعہ، ہر حادثہ، دل پر گزرنے والی ہر واردات، ہر کیفیت، ہر نعمت، ہر مصیبت، ہر نیکی، ہر بدی، آسمان و زمین اور ان کے اندر ہر مخلوق جس سے انسان کو سابقہ پیش آئے، اس کے لیے مربی بنا دی گئی ہے، بشرطیکہ وہ اس مربی کو پہچانتا ہو اور اس سے تربیت حاصل کرنے کے لیے آمادہ اور مستعد ہو۔

جو لوگ ان ہمہ وقت اور ہمہ جگہ مربیوں سے درس لیتے رہتے ہیں، انھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (ال عمرٰن ۳:۱۹۱) 'یہ ہیں جو کھڑے، بیٹھے، لیٹے اللہ کو یاد رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (حٰمٓ السجدۃ ۴۱:۵۳) 'عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے۔

جو کتاب وحی، کتاب فطرت اور کتاب زندگی پڑھتا ہو، اور ان سے تربیت حاصل کرتا ہو، وہ فی الواقع پھر کسی تربیتی کورس کا محتاج نہیں رہتا، اگرچہ واجب اور نفل تربیتی کورس، اللہ نے بتائے ہوں یا ہم نے خود وضع کیے ہوں، تمھارے مددگار و معاون ہوتے ہیں۔ لیکن یہ صحیح معنوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اسی وقت موثر ہوتے ہیں، جب وہ تمھیں ساری زندگی کو تربیت گاہ بنانے کے مقام پر پہنچانے میں مدد کریں۔

ذرا غور کرو: ہر نیکی جو تم کرو وہ تمھاری تربیت کا ذریعہ ہے۔ تم اسے نیکی سمجھو، نیکی کے طور پر اس کی محبت دل میں بٹھاؤ، اس کی توفیق پر اللہ کا شکر ادا کرو، اس کے اجر کی اُمید اور توقع رکھو، اس سے مسرت اور لذت حاصل کرو، اور اس سے اللہ کے وجہ کریم کے نور کو طلب کرو۔

نیکی کا دائرہ وسیع تر ہے: روزی کمانا بھی نیکی ہے، اپنے اوپر خرچ کرنا بھی نیکی ہے، اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا بھی نیکی ہے، اپنے کاروبار کے فروغ پر خرچ کرنا بھی نیکی ہے، پودا لگانا بھی نیکی ہے، اس کا پھل خود تم کھاؤ، پرندے اور جانور کھائیں، چوری ہو جائے، وہ بھی تمھارے حساب میں نیکی ہے، میاں بیوی کا تعلّق بھی نیکی ہے۔ ہر نیکی تمھاری مربی بن سکتی ہے۔

گناہ سب سے بڑھ کر مایوسی کا سبب بنتا ہے، لیکن ہر گناہ تمھارا بڑا موثر مربی بھی بن سکتا ہے۔ تم یہ احساس پیدا کرو کہ گناہ ہوا، آنکھوں کو بہنے دو، دل کو ندامت اور شرمندگی سے بھر لو، یقین رکھو کہ اب اللہ کے سوا کوئی اس گناہ کے نتائج بد سے نہیں بچا سکتا، اللہ کے آگے ہاتھ پھیلا دو، سر جھکا دو، آنسو بہاؤ..... تم دیکھو گے کہ کتنی تربیت گاہ کا سامان اس گناہ میں ہے۔

میں گناہ کی ترغیب نہیں دے رہا، گناہ سے نفرت اور اجتناب کی ہر ممکن کوشش ضروری ہے، لیکن یہ بھی حکمت تخلیق ہے کہ انسان کو گناہ سے مفر نہیں۔ دل میں گناہ کی خواہش اٹھے اور تم خدا کے خوف سے رک جاؤ، یہ بہت بڑی نیکی ہے، جتنی زبردست خواہش، جتنے بڑے گناہ کے لیے ہو، اللہ کے خوف سے رک جانا اتنی ہی بڑی نیکی ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝
(النّٰزعٰت ۷۹: ۴۰۔۴۱)

اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے باز رکھا تھا، جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔

یہی معاملہ نعمتوں کا ہے۔

ہر نعمت، تربیت کا ذریعہ ہے۔ وہ نعمتیں بھی جو عام ہیں۔ مثلاً ہر سانس، کھانے کا ہر لقمہ، پانی کا ہر گھونٹ، ہر لمحہ، جسم کی حفاظت، رزق، نعمتیں اور وہ بھی جو تمھارے لیے خاص ہیں۔ یہ نعمتیں عطا کرنے والے کو یاد کرو، اس کے شکر سے دل کو بھر لو، اس کو اپنے علم اور ہاتھ کا کرشمہ نہ سمجھو، نہ کسی مخلوق کا عطیہ سمجھو۔ دل و جان سے الحمدللہ کہو، پھر دیکھو کہ کتنے اخلاقی و روحانی امراض کا علاج چٹکی بجانے میں ہو جاتا ہے ''شکر کرو گے تو اللہ اور دے گا..... اور دے گا''۔ اگر یہ شکر نیکی کی توفیق کی نعمت پر ہو، تو خود ہی سوچو کہ کتنی نیکیاں اور ملیں گی اور تربیت کتنی آسان اور تیز ہوگی۔

یہ معاملہ مصیبت کا ہے۔

ہر مصیبت تربیت کا ذریعہ ہے۔ پھر یاد کرو کہ یہ کس کی طرف سے ہے۔ اس کی طرف سے جس کے اذن کے بغیر پتا نہیں ہل سکتا۔ وہ جو رحمٰن اور رحیم ہے، تمھارا بدخواہ نہیں، خیر خواہ ہے۔ پھر صبر کرو۔ صبر تو ساری تربیت کی شاہ کلید ہے۔ یہ مصیبتیں نہ پڑیں، تو یہ عظیم نعمت عظمیٰ تمھیں کیوں کر حاصل ہو۔

تیسری آسانی: اختیار اور بس میں ہے

آسانی کے تیسرے پہلو کو یوں دیکھو، کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عدل سے، یہ بات بعید ہے کہ وہ تمھیں ایسا حکم دیں جس کو بجالانے کی تم میں سکت نہ ہو، یا تمھیں ایسے امتحان و آزمایش میں ڈالیں جس میں پورا اترنے کی تم میں طاقت نہ ہو۔ یہ امتحان کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے۔ اس سبق کا امتحان کیسے ہوسکتا ہے جو پڑھایا ہی نہ گیا ہو، اس ناکامی پر مواخذہ یا سزا کیسے نصیب ہوسکتی ہے جو ایسے کام میں ہو، جو اختیار اور بس سے باہر ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ بنیادی اصول بیان کر کے یہ انتہائی اہم سنت الٰہی واضح کر دی گئی، اس سورۃ البقرہ کے اختتام پر جو کلیات وقوانین دین کی جامع ہے۔ فرمایا:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ (البقرة ۲۸۶:۲)

اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے، اس کا پھل اسی کے لیے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے، اس کا وبال اسی پر ہے۔

یہ اصول متعدد مقامات پر واضح کیا گیا ہے: جبر و اکراہ کے عالم میں زبان سے کلمہ کفر کہنا پڑے، مگر دل ایمان پر مطمئن ہو، تو کوئی گناہ نہیں، کوئی مواخذہ نہیں۔ بھول چوک کے گناہ معاف ہیں، کہ وہ اختیار سے باہر ہیں۔ دل میں آنے والے تمام وساوس اور گناہ کی تمام خواہشات معاف ہیں، کہ ان پر اختیار نہیں۔ بلکہ اگر گناہ کی خواہش پیدا ہوئی، اور پھر آدمی اسے کرنے سے رک گیا، تو نیکی کے اجر کی بشارت ہے۔ دل کی کیفیات اور ان کے اتار چڑھاؤ پر بھی کوئی مواخذہ نہیں، کہ وہ بھی بس میں نہیں۔ قیام لیل کی فرضیت دائرہ اسلام وسیع ہوتے ہی اس لیے ختم کر دی گئی کہ "اللہ نے جانا کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے، سو تم پر معافی بھیج دی۔ اب پڑھو جتنا قرآن آسانی سے ہو سکے"۔

اللہ تعالیٰ نے ہدایت نازل فرمائی کہ "اَتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (اٰل عمرٰن ۱۰۲:۳)" اللہ سے تقویٰ کرو جیسا کہ اس سے تقویٰ کرنے کا حق ہے"۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کانپ اٹھے۔ کس کے بس میں ہے کہ اللہ سے تقویٰ کا حق ادا کر سکے! چنانچہ تشریح فرمائی گئی کہ فاتقوا اللّٰه مااستطعتم "(اللہ سے تقویٰ کرو، جتنا بس میں ہے) تقویٰ کرنا سیکھنا ہی تو ایک لحاظ سے تربیت کا حاصل ہے۔ چنانچہ ہم بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ "اپنا تزکیہ کرو، اپنی تربیت کرو، جتنی تمھاری استطاعت ہو، جتنی کر سکو"۔ اس سے زیادہ تربیت کا مطالبہ نہیں، اس سے زیادہ تربیت جنت حاصل کرنے کے لیے لازم نہیں کی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اطاعت و جہاد کی بیعت لیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے، تو خاص طور پر ''بہ حد استطاعت'' کے الفاظ کا اضافہ ضرور فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ جن فرائض کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے، یا جن چیزوں کو اس نے حرام کیا ہے، ان کو بجالانا یا ان سے رک جانا بالکل تمھارے بس میں ہے، یہ کبھی اختیار سے باہر نہیں ہوسکتا۔ وہ عبادات اور جہاد ہوں، کھانے پینے کی اشیا ہوں، اموال ہوں، یا اخلاق و معاملات کے دائرے میں افعال ہوں، مثلاً ایفائے عہد، عدل، احسان، صلہ رحمی وغیرہ یا حسد، تجسّس، بدظنی، غیبت وغیرہ۔ اگر تم اطاعت نہیں کر پاتے، یا تمھارے نفس نے مجاہدہ، ریاضت اور محنت سے بچنے کی خاطر کوئی عذر لنگ تراش رکھا ہے، یا تم واقعی مجبور ہو۔ ان تمام معاملات میں نہ کسی مفتی کا فتویٰ کام آئے گا، نہ کسی انسان کو مطمئن کر دینے سے دامن چھوٹ جائے گا۔

سوچنا یہی چاہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو، جو عالم الغیب والشہادہ ہے، تم اپنے عذر سے مطمئن کر سکو گے۔ اگر مجبوری حقیقی ہوگی، تو وہ اللہ کے ہاں قبول ہوگی۔ نہ تم سے مواخذہ ہوگا، نہ تربیت میں نقص آئے گا۔ اللہ کے نزدیک مقبول نہ ہو تو کوئی فتویٰ اور کوئی انسان تمھارا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ دیگر معاملات میں جو اوامر اور منہیات میں سے نہیں، یہ سوچ اور کردار تمھارے لیے راہ کو آسان کرے گی۔

چنانچہ تربیت کی راہ پر اس یقین کے ساتھ آگے بڑھو کہ کوئی ایسی چیز تمھاری جنت کی راہ کھوٹی نہیں کر سکتی، اور اس کو نہیں کرنا چاہیے، یا کوئی ایسی چیز جنت حاصل کرنے کے لیے ضروری نہیں ہوسکتی، اور اسے نہیں ہونا چاہیے، جو تمھاری استطاعت اور اختیار سے باہر ہو۔ یہ یقین تمھاری تربیت کی راہ کی ان بے شمار دشواریوں کو آسان کر دے گا، اور ان گوناگوں فتنوں کا ازالہ کر دے گا، جن کا شکوہ اس راہ کے راہی اور سالک کثرت کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔

اختیاری اور غیر اختیاری

اس معاملے میں اصل اصول یہ ہے کہ معاملہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم اکثر کہتے ہو میں فلاح چیز پر قابو نہیں کر سکتا، فلاں حکم نہیں بجالا سکتا، فلاں ناجائز چیز کو ترک نہیں کر سکتا۔ تم یہ دیکھو کہ ایسا کرنا تمھارے اختیار میں ہے یا نہیں۔ اگر یہ اللہ کا حکم ہے، تو وہ یقیناً تمھارے اختیار اور بس میں ہے۔ اس لیے کہ، جیسا ہم واضح کر چکے ہیں، اللہ نے کوئی حکم ایسا نہیں دیا جو تمھاری استطاعت میں نہ ہو۔ احکام الٰہی کے علاوہ، جو معاملہ اختیار سے باہر ہو، اس کی بے جا فکر نہ کرو، اس کی وجہ سے کسی فتنے میں نہ پڑو، اس کی وجہ سے جو کچھ نیکی کر رہے ہو، اسے بھی نہ چھوڑ بیٹھو، نہ اپنی راہ کھوٹی کرو۔

راہزن فتنہ اور مغالطے

تربیت کے راستے کا سب سے بڑا فتنہ، مایوسی اور ترک سعی و عمل کا فتنہ ہے۔

دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ کے بارے میں بھی ہوتے ہیں، ان کی تعلیمات کے بارے میں بھی۔ گناہوں کی خواہشات بھی جوش مارتی ہیں۔ حالات سے اور انسانوں سے مایوسی کا وسوسہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ مگر دل میں کیا کیا خیالات آتے ہیں، یہ تمھارے اختیار میں نہیں۔ ان خیالات کو نکال باہر کرنا بھی تمھارے اختیار میں نہیں۔ ان پر تمھارا کوئی مواخذہ نہیں۔ ان سے جنت کا نقصان نہیں ہوتا۔ پھر تم کیوں پریشان ہو اور کیوں ہمت ہارنے لگو۔ برے خیالات آنے کے راستے بند کرنے اور اچھے خیالات کو دل میں لانے کی کوشش کرنا، بس اتنا ہی تمھارا اختیار ہے۔ اتنا ہی کرنے کو کافی سمجھو۔

تم بار بار عزم کرتے ہو اور وہ عزم بار بار ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسا عزم جو کبھی نہ ٹوٹے، ایسا ارادہ جو کبھی شکستہ نہ ہو، یہ بھی تمھارے اختیار میں نہیں دیا گیا۔ بلکہ عزم و ارادے کی ناپختگی، تمھارے امتحان کی خاطر، حکمت الٰہی نے تمھاری طبیعت میں ودیعت کی ہے۔ اس کی وجہ سے بھی نہ مواخذہ ہے، نہ جنت کا نقصان۔

سب سے مشکل معاملہ گناہوں کا ہے، جن کا تعلق عزم کی ناپختگی سے بھی ہے۔ گناہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں اور بار بار ہوتے ہیں۔ بار بار توبہ کرنے کے بعد بھی بار بار ہوتے ہیں۔ جانتے بوجھتے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ کا حکم معلوم ہوتا ہے، اور پھر بھی خواہش نفس کے آگے سر جھکا دیتے ہیں۔ گناہوں سے بھی حوصلہ ہارنے اور مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ بھی انسان کے اختیار میں نہیں کہ وہ گناہ بالکل نہ کرے، یا بار بار نہ کرے، یا توبہ نہ ٹوٹے۔ یہ تو فرشتوں اور انبیا علیہم السلام کا مقام ہے۔

گناہ کا اختیار اس آزادی کا ناگزیر تقاضا ہے جو اللہ نے تمھیں جنت حاصل کرنے کے لیے دی ہے۔ اگر تم گناہوں کے اس سلسلے کو بند کر سکتے تو اللہ دوسری مخلوق پیدا کرتا، جو گناہ کرتی اور اس سے مغفرت کی طلب گار ہوتی۔ اسی لیے ہر جگہ جنت کی دعوت کے ساتھ اس سے پہلے مغفرت کی دعوت دی گئی ہے۔

دل میں غلط کیفیات بھی مایوس کرتی ہیں۔ مطلوب کیفیات حاصل نہ ہو سکیں تو بھی مایوسی ہونے لگتی ہے۔ کیفیات میں اتار چڑھاؤ بھی پریشان کرتا ہے۔ لیکن دل کی کیفیات پر بھی تمھیں اختیار نہیں بخشا گیا ہے، صرف عمل پر بخشا گیا ہے۔ محبت، خوف، خشوع وغیرہ محبوب ہونا چاہییں، ان کے حصول کے لیے وہ تدابیر بھی اختیار کرنا چاہییں جن کو اختیار کرنا تمھارے بس میں ہے۔ لیکن یہ کیفیات کس قدر پیدا ہوتی ہیں، اور کتنی پائے دار ہوتی ہیں، اس پر تمھارا کوئی حساب نہ ہوگا، نہ اس کی وجہ سے جنت کا نقصان۔ پھر مایوسی و پریشانی کیوں؟ اس کو بھی ختم کر دو۔

کمال کی طلب ہوتی ہے، لیکن کمال بھی تمھارے اختیار میں نہیں، بلکہ یہ تمھارے مقام انسانی کے منافی ہوگا کہ تمھیں کمال حاصل ہو جائے۔ اس بے سود تلاش کو بھی ترک کر دو۔ یہ کہ دوسروں میں نقائص دیکھ کر بھی تم مایوس ہونے لگتے ہو، اور خود اپنی تربیت سے دست بردار ہو جاتے ہو، اس سے بڑھ کر نادانی کیا ہوگی۔ دوسروں کو نیک بنانے کا اختیار بھی تمھیں نہیں دیا گیا ہے۔ نہ کسی دوسرے کا بوجھ تم اٹھاؤ گے۔ تم اپنے کام سے کام رکھو، صراط مستقیم پر چلتے رہو۔ اپنی اور دوسروں کی اصلاح کا کام کرتے رہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اچھی طرح یاد رکھو

بس جنت کو مقصود بنا کر اپنی تربیت کرنے کا فیصلہ کرنے کے بعد، پہلی اہم بات یہی ہے کہ تربیت کا راستہ، دین اور ہدایت کا راستہ، جنت کا راستہ آسان ہے اور بالکل تمھارے اختیار اور بس میں ہے۔ یہ مشکل اس لیے بن جاتا ہے کہ تم اسے مشکل بنا لیتے ہو، خود اس کے لیے مشکل بن جاتے ہو۔ اس بات کو یاد رکھو گے، حوصلے بلند رہیں گے، اعتماد سے کام کرو گے، اُمید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے گا، اللہ کی مدد ہمیشہ تمھارے شامل حال ہوگی۔

❖

اپنا ارادہ اور عمل شرط ہے

دُنیا میں کامیابیاں ہوں، یا آخرت کی کامرانیاں، دنوں کے لیے اپنی تربیت ناگزیر ہے۔ جنت اپنی تربیت اور تزکیے کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اپنی تربیت کرنے اور جنت میں جانے کا یہ راستہ آسان ہے، اور یہ بالکل تمھارے بس اور اختیار میں ہے کہ اپنی تربیت کر سکو، کرو، اور کر لو۔

لیکن یہ بات بھی ہمیشہ خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ تمھاری تربیت صرف تمھارے اپنے کرنے ہی سے ہو سکتی ہے۔ جو کچھ کرنا ضروری ہے، تم اس کا ارادہ کرو، اسے کرنے کی کوشش کرو، عمل کرو..... اس کے بغیر تمھاری تربیت کسی طرح ممکن نہیں۔

تمھارا ارادہ اور تمھارا عمل..... اپنے بس میں عمل کی پوری کوشش..... یہی تمھاری تربیت کے لیے پہلی شرط ہے۔ صرف یہی چیز اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے، صرف اسی پر انھوں نے اپنے سارے انعام و اکرام کا وعدہ کیا ہے۔

تم ارادہ نہ کرو، تربیت کے لیے جو کچھ کرنا تمھاری ذمہ داری ہے، اس کے مطابق عمل نہ کرو،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو اس کا کوئی بدل نہیں، اس کی تلافی کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ کوئی چیز تمھارے ارادے اور عمل کی جگہ نہیں لے سکتی۔ کوئی تمھاری جگہ وہ کام نہیں کر سکتا جس کو کرنے کے لیے ذمے داری تمھیں دی گئی ہے۔ تم کچھ سیکھ کر اس پر عمل نہ کرو، یا سیکھنا ہی نہ چاہو، تو کوئی تعلیم و تربیت تمھیں نفع نہیں پہنچا سکتی۔ اپنے ایمان اور عمل کے علاوہ کوئی چیز نہیں جو تمھیں اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا مستحق بنا سکے، تمھیں جنت میں لے جا سکے۔

یہی تربیت کا اصل اصول ہے۔ یہ بالکل ظاہر اور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اتنا صاف اور واضح ہونے کے باوجود، بدقسمتی سے یہی اصول سب سے زیادہ نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے، یا ہو جاتا ہے۔ یہ اصول بے شمار تمناؤں اور تاویلات کے پردوں میں چھپ جاتا ہے۔ اس کو بھول کر ہم دسیوں سہاروں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، مگر کوئی بھی سہارا سراب سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

تخلیق و امتحان کا تقاضا: عمل کے بدلے کا قانون

غور کرو تو تربیت کا یہ قطعی اور واضح اصول ہمارے مقصد وجود میں مضمر ہے۔ یہ اس امتحان کی بنیاد اور روح ہے، اس کا ناگزیر تقاضا ہے، جس کی خاطر ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ ہمیں حسن عمل کے امتحان میں ڈالا گیا ہے۔ اسی امتحان کے لیے ہم کو اپنے عمل پر اختیار دیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنے عمل کے علاوہ ہمیں کسی چیز پر بھی کوئی حقیقی اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ اختیار عمل ہی کا تقاضا ہے کہ تربیت کا عمل آسان ہے، اس لیے کہ عمل ہمارے اختیار میں ہے۔ لیکن اسی اختیار اور حسن عمل کے امتحان کا لازمی تقاضا یہ بھی ہوا کہ ہمیں جو کچھ ملے وہ صرف ہمارے ارادہ کرنے اور عمل کرنے کے بدلے میں ملے۔ اللہ کی رحمت ملے تو اسی کے بدلے میں، مغفرت ملے تو اسی کے بدلے میں، مغفرت و رحمت کی بدولت جنت ملے تو وہ بھی اسی کے بدلے میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر ہمارے لیے یہ امکان اور راستہ بھی کھلا ہوتا، کہ..... ہم نہ چاہیں، ارادہ نہ کریں، عمل نہ کریں..... پھر بھی کسی اور کے وہ عمل کرنے سے جو ہمارے کرنے کا ہے، کسی کی تعلیم وتربیت سے، کسی کے حکم واختیار سے ہمارے لیے تربیت اور جنت کی راہ ہموار ہو جاتی تو وہ امتحان ہی بے معنی ہو جاتا جس کی خاطر ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔

کوئی بھی ہماری جگہ وہ نماز نہیں پڑھ سکتا جو ہمیں پڑھنا ہے۔ وہ روزہ نہیں رکھ سکتا، وہ وعدہ پورا نہیں کر سکتا، مخلوق کی وہ خدمت نہیں کر سکتا، وہ جہاد نہیں کر سکتا، جو کرنا ہمارا کام ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا وہ عمل کرے جو ہمیں کرنا ہے، اس طرح کہ اس میں ہمارا سرے سے کوئی دخل ہی نہ ہو تو..... اس پر عذاب ثواب کے مستحق ہم کیسے ہو سکتے ہیں۔ کوئی ہمیں مجبور کر کے گناہ کرائے، اور اس میں ہماری خواہش وارادے کو دخل نہ ہو، تو اس کا وبال ہم پر نہیں۔ **من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان**، (اس پر کوئی غضب نہیں) جس پر زبردستی کی گئی ہو (کہ وہ کفر کرے) جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ اسی طرح کوئی ہم سے اس طرح نیکی کرا لے کہ ہم کرنا نہ چاہتے ہوں، تو اس کا اجر ہمیں کیوں ملنا چاہیے۔ **واللّٰہ اعلم بالصواب**۔ پھر کوئی دوسرا ہماری جگہ تربیت کی وہ کوشش کیسے کر سکتا ہے، جس کا کرنا ہمارے ہی لیے مقرر کیا گیا ہے۔ یا اگر ہم خود اپنی تربیت کے لیے سعی نہ کریں، تو کسی کی بھی تعلیم وتربیت سے ہمیں کیوں کر فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ خارج سے تربیت کی ہر کوشش ایک بارش کی مانند ہے۔ چٹان پر سے وہ بارش بہہ جاتی ہے، ہر تالاب، ندی، نالہ، دریا اپنے ظرف کے مطابق اس کو حاصل کرتا ہے، ہر زمین اپنی استعداد کے مطابق فصل اگاتی ہے:

یہ اہم ترین بنیادی اصول اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کر دیا ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط (البقرة ۲:۲۸۶)

ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے، اس کا پھل اسی کے لیے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے، اس کا وبال اسی پر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر اسی اصل اصول کو بڑے اہتمام سے یوں بیان کیا گیا ہے، اور اس تاکید کے ساتھ کہ یہ تو وہ اصول ہے جو ازل سے آسمانی صحیفوں میں لکھا چلا آ رہا ہے:

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰىo وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى o اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىo وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى o وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰىo ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰىo (النجم ۵۳:۳۶_۴۱)

کیا (انسان) کو وہ بات بتا نہیں دی گئی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں اور اس ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہے، جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے، مگر وہ عمل جس کی اس نے سعی کی، اور یہ کہ اس کا عمل اسے عنقریب ضرور دکھایا جائے گا، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

پھر جنت کا حصول..... جو حسن عمل کی آزمایش میں کامیابی کا انعام اتنی وضاحت اور اتنی کثرت کے ساتھ عمل، کوشش، محنت اور سعی کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے، کہ کسی غلط فہمی کی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ جنت کے راستے پر چلنے کے لیے تربیت، عمل کے علاوہ بھی کسی اور طرح ممکن ہے۔

جزاء بما کانوا یعملون، انما تجزون ما کنتم تعملون (بدلہ اس کا جو کرتے تھے)، للمتقین (جنت تقویٰ رکھنے والوں کے لیے ہے)، الذین آمنوا وعملوا الصالحات (ان کے لیے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے)، دوڑو جنت کی طرف، مسابقت کرو جنت کی طرف، جنت جیسی چیز ہی کے لیے تو عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے، دوسروں پر بازی لے جانے والوں کو بازی لے جانا چاہیے: یہ وہ لہر ہے، جو قرآن کے ہر صفحے پر موج زن ہے۔

ثابت ہوا کہ صرف خواہش و تمنا سے، کسی کی نظر اور توجہ کی برکت سے، کسی تقریر و درس کی تاثیر سے، کسی کامل کی صحبت سے، جنت نہیں مل سکتی، اپنی وہ تربیت بھی نہیں ہو سکتی جس کا انعام جنت ہے..... جب تک اپنا ارادہ نہ ہو، اپنی کوشش نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی چیز فائدہ نہ دے گی

تم سمجھتے ہو کہ تم ارادہ نہ کرو گے، کوشش نہ کرو گے، انگلی نہ ہلاؤ گے، تو اس کے باوجود تمھاری تربیت ہو جائے گی۔ یاد رکھو، نہیں ہوگی۔ تم سمجھتے ہو کہ صرف کتابوں کا مطالعہ کر لو گے، اسٹڈی سرکل میں شرکت کر لو گے، اور تمھاری تربیت ہو جائے گی، نہیں ہوگی۔ ایک دل گداز درس سن لو گے، ایک جذبات انگیز تقریر کانوں میں پڑ جائے گی، ایک تربیتی پروگرام میں شرکت کر لو گے اور تمھاری تربیت ہو جائے گی، نہیں ہوگی۔ کسی مرد کامل کی صحبت، نظر، توجہ میسر ہو جائے گی، وہ انگلی پکڑ لے گا اور تمھارا بیڑا پار ہو جائے گا، یہ بھی نہیں ہوگا۔ جب تک تم خود نہ چاہو گے، ارادہ نہ کرو گے اور عمل کے راستے پر قدم نہ بڑھاؤ گے، تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔ اگر تمھارے بغیر یہ سب کچھ ہو سکتا، اس کے باوجود کہ تم اپنے اختیار سے حسن عمل کرتے، تو امتحان اور جزا و سزا کا نظام بے معنی ہو جاتا۔

اگر تم خود نیک بننے کا ارادہ اور کوشش نہ کرو، تو نبی ﷺ کی تعلیم، توجہ اور صحبت بھی تمھیں نیک نہیں بنا سکتی، بد بننے سے نہیں روک سکتی۔ انبیاء علیہم السلام کو بھی کوئی اختیار ایسا نہیں دیا گیا جو تمھارے ذاتی اختیار سے بالاتر ہو اور اس پر حاوی ہو سکے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (القصص ۲۸:۵۶)

اے نبی ﷺ، تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے۔

آپ ﷺ کو یہ اختیار نہیں بخشا گیا تھا، نہ یہ ذمہ داری دی گئی تھی، کہ کسی کو، اس کی مرضی کے خلاف، زبردستی ہدایت کے راستے پر چلا دیں۔ لوگ نفاق و کفر لے کر صحبت نبوی ﷺ میں جا کر بیٹھتے تھے، اور اپنی انھی گندگیوں کے ساتھ اسی طرح اٹھ کر چلے آتے تھے۔ وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ (المآئدۃ ۵:۶۱) حالانکہ کفر لیے ہوئے آئے تھے اور کفر ہی لیے ہوئے واپس گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیطان کا زور

اگر تم خود بد نہ بنو، تو شیطان کی صحبت بھی تمھیں بد نہیں بنا سکتی، اگرچہ شیطان کی صحبت میں تو تم ہر وقت رہتے ہو۔ وہ تمھاری جان کے ساتھ لگا ہوا ہے، خون کے ساتھ گردش کر رہا ہے، ایسی جگہوں سے تمھاری تاک میں ہے جن کا تم کو پتا ہی نہیں۔ وہ دائیں بائیں آگے پیچھے سے مسلسل نقب لگاتا رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود تمھارے ارادے کے خلاف زبردستی تم سے کوئی عمل بد نہیں کرا سکتا۔ اسے کوئی ایسا اختیار تم پر نہیں دیا گیا ہے۔ وہ اپنے عمل پر تمھارے اپنے اختیار کو باطل نہیں کر سکتا۔ بلکہ روزِ قیامت تو وہ کھڑے ہو کر صاف کہہ دے گا:

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّن سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ (ابراھیم ۱۴:۲۲)

میرا تم پر کوئی زور اور اختیار تو تھا نہیں، میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنے راستے کی طرف تم کو دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔

توفیقِ الٰہی کی دست گیری

توفیقِ الٰہی کے بغیر تم کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن یاد رکھو کہ توفیقِ الٰہی بھی اسی وقت تمھارے شاملِ حال ہوگی اور تمھاری دست گیری کرے گی، جب تم خود ارادہ کرو گے اور جنت کے راستے پر قدم آگے بڑھاؤ گے۔ اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں رہنے دیا گیا ہے:

يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ (الشوریٰ ۴۲:۱۳)

اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے، جو اس کی طرف رجوع کرے۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ (الفرقان ۲۵:۷۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو شخص توبہ کر کے نیک عمل اختیار کرتا ہے، وہ تو اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے۔

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰیo (طٰہٰ ۲۰:۸۲)

البتہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھا چلتا رہے اس کے لیے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرۃ ۲:۱۵۲)

تم مجھے یاد رکھو، میں تمھیں یاد رکھوں گا۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (البقرۃ ۲:۴۰)

میرے ساتھ تمھارا جو عہد تھا، اسے تم پورا کرو تو میرا جو عہد تمھارے ساتھ تھا، اسے میں پورا کروں۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراھیم ۱۴:۷)

اگر شکرگزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا۔

گویا تم ارادہ اور عمل کرو گے، تو ساری بشارتیں اور وعدے اس کے ساتھ مشروط ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ بندہ فرائض ادا کرتا ہے اور یہ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب ہے۔ پھر وہ دوڑ دوڑ کر وہ کام بھی کرتا ہے جو اللہ نے فرض نہیں کیے مگر اسے محبوب ہیں۔ جب بندہ یہ روش اختیار کرتا ہے تو اس کی نگاہ، سماعت، ہاتھ پاؤں سب اللہ کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ لیکن فرائض و نوافل کی ادائیگی تو بہرحال بندے کا کام ہے۔ وہ یہ نہ کرے تو یہ بشارت کیسے نصیب ہوگی؟

ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں، کہ جو اللہ کی طرف ایک بالشت آگے بڑھتا ہے، اللہ اس کی طرف ایک ہاتھ آگے بڑھتے ہیں، یہاں تک کہ جو چلتا ہوا آتا ہے اللہ اس کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ تربیت اور جنت کی طرف راہنمائی کے لیے یہ بے پایاں رحمت دیکھو۔ لیکن یہ رحمت بھی اسی کے لیے ہے جو اپنے ارادے اور کوشش سے ایک بالشت تو بڑھے، ایک قدم تو اٹھائے۔ جو کھڑا ہی رہے، لاپروا اور بے نیاز رہے، ہاتھ پر ہاتھ دھرے رکھے..... وہ اس بے پایاں رحمت سے کیا پائے گا۔ شرط تو بندہ کی طرف سے ارادہ اور کوشش کی ہے، باقی تو انتہائی فیاضی کے ساتھ میزبانی اور دست گیری کا ہر سامان موجود ہے۔

صرف ارادہ اور سعی ہی مطلوب ہے

جہاں اس غلط فہمی کی جڑ کاٹ دینا چاہیے کہ تمھارے ارادے اور عمل کے بغیر بھی تمھاری تربیت کا کوئی راستہ ہوسکتا ہے، وہاں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، کہ اللہ تعالیٰ کو نہ عمل میں کمال مطلوب ہے، نہ عمل کی تکمیل مطلوب ہے، نہ عمل میں کامیابی مطلوب ہے.....اس لیے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی تمھارے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ صرف عمل کے لیے اپنی مقدور بھر کوشش اور سعی مطلوب ہے، جو تمھارے اختیار میں ہے۔ ساری کامیابی، قدر دانی اور اجر و انعام صرف اسی سعی پر عطا کرنے کا وعدہ ہے:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (اسرائیل ۱۷:۱۹)

جو آخرت کا خواہش مند ہو، اور اس کے لیے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے، اور ہو وہ مومن، تو ایسے ہر شخص کی کوشش کو پوری قدر دانی سے نوازا جائے گا۔

یہ آیت، جو قرآن و سنت کی بے شمار تعلیمات پر مشتمل ہے، تربیت کے لیے عمل اور کوشش کے راستے کے بہت سارے فتنوں کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ کبھی تم کو یہ پریشانی لاحق ہو جاتی ہے کہ میرا عمل معیار مطلوب سے بہت نیچے ہے، اس میں بہت نقائص اور کمزوریاں ہیں، یہ بھلا کیسے قبول ہوگا۔ کبھی تم کو یہ فکر ہوتی ہے کہ عمل تو ہے لیکن کیفیات نہیں۔ نماز میں خشوع نہیں، دل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں رقت نہیں، آنکھوں میں نمی نہیں۔ کبھی تشویش ہوتی ہے کہ عمل تو ہے لیکن مطلوب نتائج نظر نہیں آتے۔ نماز پڑھتے ہیں، لیکن فحشا و منکر نہیں چھوٹتے۔ روزہ رکھتے ہیں، مگر تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ کبھی یہ مایوسی لگ جاتی ہے کہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ دعوت دیتے ہیں، کوشش کر رہے ہیں، قربانیاں دے رہے ہیں۔ مگر لوگ مانتے نہیں، دین غالب نہیں ہوتا، اسلامی ریاست قائم نہیں ہوتی۔ پھر ارادوں کا ضعف، تربیت کی ساری کوششوں کے باوجود بے قابو نفس! بار بار مایوسی ہوتی ہے۔

لیکن اگر یہ یاد رہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی..... جن کی فکر پریشان و مایوس کرتی ہے، اور بالآخر عمل ہی ترک کر دینے کے مقام پر پہنچا دیتی ہے..... تربیت میں کامیابی کے لیے، جنت میں جانے کے لیے شرط نہیں، مطلوب نہیں، تو نہ صرف پریشانی اور مایوسی قابو میں آ جائے گی، بلکہ تم کبھی تباہی کے اس کنارے پر نہیں پہنچو گے کہ کوشش اور عمل ہی ترک کر دو۔

ارادہ

ارادے کا ذکر ہم نے بار بار کیا ہے، قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تمھارے اختیار میں ہے۔ یہ تربیت کے لیے شرط ہے۔ یہ تربیت کے لیے بنیادی قوت ہے۔

ارادہ کیا ہے؟

ارادہ محض خواہش کا نام نہیں۔ یہ غلط فہمی بہت عام ہے۔ کہا جاتا ہے: ''میں تو بہت چاہتا ہوں کہ فجر کے وقت آنکھ کھل جائے اور نماز وقت پر پڑھ لوں۔ مگر آنکھ ہی نہیں کھلتی''۔ یہ ''چاہنا'' وقت پر اٹھ کر نماز پڑھنے کے ''ارادے'' کے مترادف نہیں۔ ذرا سوچو: اگر صبح صبح متعین وقت پر ہوائی جہاز پکڑنا ہو، یا کسی بہت بااثر آدمی سے ملاقات کرنا ہو جس سے اہم حاجت اٹکی ہوئی ہو یا نفع عظیم کی اُمید ہو، پھر بھی کیا آنکھ نہ کھلے گی، یا اس بات کا کامیاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہتمام نہ کرو گے کہ آنکھ ضرور کھلے۔ یہ ایک کم درجے کے کام کی عام مثال ہے۔ اسی سے دین کے اور تربیت کے لیے دوسرے ضروری کاموں اور مجاہدوں کا تصور کیا جاسکتا ہے۔

ارادے میں، مراد کی قدر و قیمت اور ضرورت کا یقین شامل ہوتا ہے، اسے کرنے کی یا حاصل کرنے کی چاہت اور محبت شامل ہوتی ہے، شعوری فیصلہ ہوتا ہے، اور ان سب سے مل کر عزم پیدا ہوتا ہے۔ جب قرآن یریدون وجھہ یا مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ (الشوریٰ ۴۲:۲۰)' (وہ اللہ کی خوشنودی کا ارادہ کرتے ہیں، چاہتے ہیں یا جو آخرت کی فصل کا ارادہ کرتے ہیں، چاہتے ہیں) کہتا ہے تو وہ ارادے کا لفظ انھی معنوں میں استعمال کرتا ہے۔

یہ ارادہ کمزور پڑ سکتا ہے، ٹوٹ سکتا ہے، اس کے خلاف آدمی کام کر سکتا ہے، وہ اسے بھول سکتا ہے، لیکن مجموعی طور پر، پہلے قدم پر اور ہمیشہ، رضائے الٰہی، آخرت، جنت اور اپنی تربیت کے لیے یہی ارادہ درکار ہے۔ اور ہر اس کام کے لیے بھی درکار ہے، جو دین کی راہ پر چلنے اور اپنی تربیت کرنے کے لیے ضروری ہو۔ یہ ندامت اور شعوری طور پر رجوع کرنے سے ایک لمحے میں دوبارہ استوار ہو سکتا ہے۔

یہ ارادہ موجود نہ ہو تو تعلیم و تربیت کی بڑی سے بڑی بارش بھی رائیگاں جائے گی۔ یہ موجود ہو، تو تعلیم و تربیت کی معمولی سی پھوار سے بھی لہلہاتی فصل کھڑی ہو جائے گی۔ بلکہ تعلیم و تربیت، وعظ و تلقین اور مطالعہ و درس نہ بھی میسر ہو تو یہ ارادہ خود ہی سب سے زیادہ موثر و کارگر معلم اور مربی ثابت ہوگا۔ یہ صحیح راہیں بھی دکھائے گا، ان راہوں پر قائم رکھے گا، اور غلط راہوں پر جانے سے بھی روکے گا۔

یہ ارادہ یک سوئی بھی چاہتا ہے اور بالاتری بھی۔ بیک وقت اللہ اور غیر اللہ دونوں مقصود نہیں بن سکتے، آخرت اور دُنیا دونوں ہدف نہیں بن سکتے۔ تم دو کشتیوں میں سوار ہونا چاہو گے تو کبھی ساحل مراد تک نہ پہنچو گے۔ ہمیشہ ضعف ارادہ اور عزم کی شکست و ریخت کا شکار رہو گے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈانواں ڈول رہو گے۔

ارادہ اسی طرح مضبوط اور یک سو ہو سکتا ہے کہ تم ان چیزوں کی انتہائی قدر و قیمت اور اپنے لیے شدید ضرورت پر یقین رکھو جو ارادے کا مقصود ہیں۔ یعنی اللہ اور جنت اور ان کے حصول کے لیے اپنی تربیت۔ ارادہ اتنا ہی مضبوط اور یک سو ہوگا جتنا یہ یقین مضبوط اور یک سو ہوگا۔ یہ یقین اتنا ہی مضبوط ہوگا جتنا اللہ اور جنت کی محبت اور طلب کا جذبہ مضبوط ہوگا، اور پھر اتنا ہی عزم مضبوط ہوگا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ اللہ سے، اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں جہاد سے ہر چیز سے بڑھ کر محبت کرو۔ اسی لیے قرآن میں جنت کا ذکر تفصیل سے اور بار بار ہوا ہے۔ اور اس طرح ہوا ہے کہ وہ ایک زندہ متحرک حقیقت بن کر آنکھوں کے سامنے موجود رہتی ہو۔

ہم یہ پہلے بھی بتا چکے ہیں..... اور پھر بتانا چاہتے ہیں..... کہ عمل و کردار کی اصلاح و تعمیر ایک تدریجی اور وقت طلب کام ہے۔ ارادے کا بننا پلک جھپکتے میں ہو سکتا ہے، اور ہوتا ہے۔ یہ پلک جھپکتے میں ٹوٹ بھی سکتا ہے، لیکن مایوسی کی کوئی بات نہیں: پلک جھپکتے میں واپس بھی آجاتا ہے۔

سعی

ارادہ ہو تو ناگزیر ہے کہ اس کا ظہور عمل میں ہو۔ جس چیز کا ارادہ ہو اس کی طرف قدم نہ اٹھ سکیں تو بھی پیش قدمی کے لیے آمادگی، آرزو اور جستجو کی صورت ہو، کم سے کم دل، نگاہوں، توجہ اور زندگی کا رخ مقصود، ارادہ کی طرف دل کر لینے کی صورت میں ہو۔ چل نہ سکو تو دل چلنے کے لیے بے تاب رہے، آنکھیں منزل پر جمی رہیں، دل منزل کی طرف لپکتا رہے، اور جب ممکن ہو قدم بھی اٹھ اٹھ کر چلیں۔

قرآن مجید نے سعی کی ان ساری صورتوں کی تصویر کھینچی ہے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا (الانعام ۶:۷۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے یک سو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا، جس نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (الانعام ۶:۱۶۲)

کہو، میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (البقرۃ ۲:۱۳۱)

اس کا حال یہ تھا کہ جب اس کے رب نے اس سے کہا: ''مسلم ہو جا'' تو اس نے فوراً کہا: میں مالک کائنات کا ''مسلم'' ہو گیا۔

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ط (الجمعۃ ۶۲:۹)

اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

یاد رکھو کہ سعی سے بڑی بڑی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ ایک شخص سے خواب میں ایک بزرگ نے کہا کہ صبح سب سے پہلے جس چیز پر نگاہ پڑے، اسے اٹھا کر منہ میں رکھ لینا۔ وہ صبح گھر سے باہر نکلا تو نگاہ ایک پہاڑی پر پڑی۔ اس نے ہمت ہار دی۔ پہاڑی کیسے منہ میں رکھی جا سکتی ہے! بزرگ پھر نمودار ہوئے: چلنا تو شروع کرو۔ اس نے چلنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا، پہاڑی چھوٹی ہوتی گئی۔ جب پہاڑی تک پہنچ گیا تو دیکھا کہ وہاں گڑ کی ایک ڈلی تھی۔ اس نے اسے اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ دین کے، تربیت کے، جن کاموں کو تم مشکل، دشوار اور ناممکن سمجھتے ہو، ان سب کا معاملہ ایسی ہی پہاڑیوں کا ہے۔

یہی سبق اس شخص کے واقعہ سے ملتا ہے، جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: جس نے ۹۹ قتل کیے تھے۔ وہ ایک عابد کے پاس گیا کہ کیا اب توبہ کی کوئی صورت ہے۔ عابد نے انکار کر دیا۔ اس شخص نے عابد کو بھی قتل کر دیا۔ پھر ایک عالم کے پاس گیا۔ اس نے کہا، ہاں توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ توبہ کرو۔ لیکن یہ بستی چھوڑ دو، فلاں بستی میں چلے جاؤ جو نیک بستی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس شخص نے توبہ کر کے، نیک بستی کی طرف چلنا شروع کیا۔ راستے میں اسے موت آ گئی۔ اس نے مرتے مرتے اپنا سینہ ہی مطلوب بستی کی طرف آگے بڑھا دیا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا شروع ہو گیا کہ روح کون لے جائے۔ ایک فرشتے نے آ کر فیصلہ کر دیا کہ فاصلہ ناپ لو، اگر لاش نیک بستی سے قریب ہو تو رحمت کے فرشتے لے جائیں، ورنہ عذاب کے فرشتے۔ اللہ تعالیٰ نے ادھر کی زمین کو حکم دیا کہ پھیل جائے، ادھر کی زمین کو حکم دیا کہ سکڑ جائے۔ اس کے بعد نیک بستی کا فاصلہ ایک بالشت کم نکلا۔ چنانچہ رحمت کے فرشتے اس کی روح لے گئے۔

اس کہانی کے اسباق و اسرار پر ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن مقصود واضح ہے: نیت صادق ہو، ارادہ مضبوط ہو، اور عمل کے لیے کوشش ہو، تو دیکھو اللہ کی رحمت کس طرح دست گیری کرتی ہے اور منزل مراد تک پہنچا دیتی ہے۔

حرف آخر

بس یاد رکھو، کہ تربیت تمھارے اپنے ارادے اور کوشش سے ہوگی۔ اپنا ارادہ اور کوشش ہوگی تو ہر تربیت مفید ہوگی، اللہ کی بے پایاں رحمت بھی شامل حال ہوگی۔ تم خود اپنی تربیت نہ کرو گے تو کوئی تمھاری مدد نہیں کر سکے گا۔

چلتے اور چلتے رہنے کے لیے کمر باندھ لو۔ یہی پہلا قدم ہے، یہی آخری قدم ہے۔

❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نماز کیسے بہتر بنائیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ الصَّنَابِحِيِّ، قَالَ:

زَعَمَ أَبُوْمُحَمَّدٍأَنَّ الْوِتْرَ وَاجِبٌ، فَقَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَذَبَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ، اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ:

"خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى :

مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْئَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَلَهُ ، وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ إِنْ شَآءَ غَفَرَلَهُ وَإِنْ شَآءَ عَذَّبَهُ

(رواه ابوداؤد)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باسمہ

نماز سارے دین کی بنیاد ہے۔ نماز کی اہمیّت بہت سی احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ اس حوالے سے ایک روایت حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے۔ یہ وہ صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جو بیعت عقبٰی میں بھی شریک تھے اور ان سے بہت سی روایات حدیث کی کتابوں میں نقل کی گئی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔ جس نے اِن کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور اس کا حق ادا کیا، اور جس نے ان کے لیے رکوع وسجود کیے اور خشوع کے لحاظ سے ان کو مکمل کیا، تو اس کے لیے اللہ کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا۔ اور جو ایسا نہ کرے اس کی طرف سے اللہ کے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو اسے بخش دے گا اور چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔ [سنن ابوداؤد، سنن نسائی، مؤطا، مسند احمد]

یہ حدیث اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل واضح ہے۔ اکثر احادیث میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ حدیث کے ساتھ کسی تفسیر یا تحقیق کی کتاب کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھتے بیٹھتے عام زندگی میں تعلیم دیا کرتے تھے اور لوگ بغیر کسی تفسیر کے اس بات کو سمجھ جایا کرتے تھے۔ چونکہ ہمارا مقصد صرف اس حدیث کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے دین کی ان بنیادی تعلیمات کی ایک تذکیر اور یاد دہانی بھی ہے جو اس حدیث کے ساتھ وابستہ ہیں، اس لیے ہم اس کی تشریح کر کے اس کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے اس کے انداز بیاں پر غور فرمایئے۔ حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اشھد میں گواہی دیتا ہوں۔ اس کے اندر ایک زور ہے اور تاکید ہے کہ یہ وہ بات ہے جو میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان میں تم تک پہنچا رہا ہوں۔ اگر اس حدیث کے آخری الفاظ پر بھی غور کیا جائے تو وہ بھی بہت اہم ہیں، اس لیے کہ ان میں پانچ نمازوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا جو وعدہ فرمایا ہے اس کی شرائط یہاں بیان کی گئی ہیں۔ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرُ لَهُم یہ اللہ کے اوپر عہد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بخش دے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو ان شرائط کو پوری طرح ادا نہیں کرے گا تو پھر اس کا کوئی ذمہ اللہ نے نہیں لیا۔ لیکن دروازہ کھلا ہوا ہے، چاہے گا تو بخش دے گا، اور چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔

یہ حدیث سنن ابی داؤد میں، سنن نسائی میں، امام مالک کی مؤطا میں اور مسند امام احمد بن حنبل میں روایت کی گئی ہے۔ الفاظ کچھ تھوڑے سے مختلف ہیں۔ میں نے آپ کے سامنے جو الفاظ پڑھے ہیں وہ مسند احمد کے الفاظ ہیں۔ اس مسند میں یہ حدیث کچھ تھوڑے سے مختلف الفاظ کے ساتھ بھی روایت کی گئی ہے۔ الفاظ کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی حدیث کا حصہ ہیں۔ لیکن یہ الگ الگ روایت ہوئی ہیں۔ حدیث کا بیش تر مضمون تو وہی ہے لیکن فرمایا گیا ہے: مَنْ عطاء بِهِنَّ نَمِئوتِنا مِنْهَا شيءٌ استغفان بالحق، جو ان نمازوں کو اس حیثیت سے لے کر آیا کہ اس نے ان کے حقوق کو، ان میں سے کسی حق کو بہت ہلکا اور کم قیمت کا سمجھ کر ضائع نہیں کیا، اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کی مغفرت کر دے گا۔ دو روایات کے دو حصے ایک دوسرے کی بات کو مکمل کرتے ہیں۔ ایک طرف تو مثبت بات ہے جس نے اس کے لیے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا، جس نے ان نمازوں کو وقت کے اوپر پڑھا، جس نے کہ ان کے رکوع اور سجود اور خشوع، تین چیزوں کا ذکر ہے، تینوں کے لحاظ سے ان کو پورا کیا تو اس کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے کہ اس کو بخش دے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے حصّے میں فرمایا گیا ہے جو نماز کے حقوق ہیں یعنی یہ کہ ان کو وقت پر پڑھا جائے، ان کے لیے وضو اچھی طرح کیا جائے، ان کے رکوع' سجود اور خشوع کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے کہ بس کھڑا ہوا، نیت باندھی اور چند حرکتیں کیں اور نماز ادا ہوگئی۔ جس نے ان حقوق کو ضائع نہیں کیا، ان کو ہلکا سمجھ کر نہیں چھوڑا، غلطی سے چھوٹ گیا کہ انسان سے کوتاہی بھی ہو جاتی ہے وہ الگ بات ہے' تو اس کے لیے اللہ نے ذمہ لیا ہے کہ اس کو بخش دے گا۔ اس کے اندر جو وعدہ فرمایا گیا ہے اور اس کے لیے جو زبان استعمال کی گئی ہے' وہ بھی قابل غور ہے۔ فرمایا کہ اللہ کا عہد اور وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی کام کرنے کے لیے مجبور نہیں ہے، وہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس کی چاہے مغفرت فرمائے۔ لیکن اس کے سارے کام اس کے قانون کے تحت ہوتے ہیں۔ جب وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کی ذمہ داری لے لی ہے تو یہ اس کی طرف سے وعدہ ہے۔ ایمان اور احتساب کی دو شرائط کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے، نماز اور تلاوت اللہ کے یہاں قبول ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس بات پر بھی ایمان اور اَجر کی طلب اور توقع ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ نمازوں کے ساتھ جو وعدہ فرمایا ہے' جن کو ہم میں سے اکثر روزانہ باقاعدگی کے ساتھ پڑھتے ہیں، تو وہ ایک مضبوط وعدہ ہے۔ اگرچہ کچھ شرائط کے ساتھ ہے۔

نمازوں کے ساتھ اتنا بڑا وعدہ کیوں ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے یہ بات سمجھنا اور جاننا ضروری ہے کہ نماز کا دین کے اندر کیا مقام ہے۔

یہ ہم سب جانتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ لیکن یہ نماز جس طرح فرض ہے' اس کی اہمیّت اور اس کے مقام کا اندازہ ہم میں سے سب کو نہیں ہے۔ نماز اس قدر اہم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مختلف ارشادات میں فرمایا کہ نماز تو دین کا ستون ہے۔ مَنْ اَقَامَهَا اَقَامَ الدِّيْنَ وَمَنْ هَدَمَهَا هَدَمَ الدِّيْنَ، جس نے نماز کو قائم کیا اس نے پورے دین کو قائم کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جس نے نماز کو گرا دیا اس نے پورے دین کو گرا دیا۔ اس ستون پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اس کے احکام، اس کی شریعت، اس کا قانون، اس کے اخلاق یہ سب کے سب نماز کے ستون پر قائم ہیں۔

نماز ہی مسلمان اور کافر، اور مسلمان اور منافق کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔ یہ بات بھی حدیث میں کہی گئی ہے کہ اسلام اور کفر کے درمیان جو چیز فرق کرتی ہے وہ نماز ہے۔ جو لوگ کوئی اور کام نہ بھی کریں، لیکن کلمہ پڑھیں اور نماز قائم کریں تو وہ مسلمان امت کے اندر شمار ہوں گے۔ عہد نبوی ﷺ میں تو اس بات کا تصور بھی نہیں تھا کہ کوئی آدمی مسلمان ہو اور وہ نماز نہ پڑھے یا مسجد میں حاضر نہیں ہو۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص عشاء اور فجر کی نماز سے غیر حاضر ہوتا تھا تو ہم اس کے بارے میں بدگمان ہو جایا کرتے تھے کہ وہ مسلمان رہا یا نہیں رہا۔ قرآن نے فرمایا ہے کہ منافق بھی نماز کے لیے مسجد آتے ہیں۔ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى، وہ تو ایسے آتے ہیں جیسے مارے باندھے آ رہے ہوں یا کوئی ان کو زبردستی لا رہا ہو۔ جو صحیح معنوں میں مسلمان ہوتا ہے وہ اپنی خوشی سے آتا ہے۔

دراصل نماز کی اہمیت اس لیے ہے کہ پوری شریعت، پورا دین، اور انسان کی پوری زندگی جو وہ اللہ کی اطاعت اور بندگی میں گزارنا چاہے، وہ اسی نماز کے اوپر قائم ہے۔ یہ نماز کے اوپر اس لیے قائم ہے کہ ہمارا اللہ کے ساتھ جو بندگی کا تعلق ہے، وہ دراصل یہ ہے کہ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے، جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اس کا دیا ہوا ہے، اس زمین پر جو ساری نعمتیں ہیں وہ اسی کی بخشی ہوئی ہیں۔ یہ آنکھ جس سے ہم دیکھتے ہیں، یہ کان جس سے ہم سنتے ہیں، یہ ہاتھ پاؤں جس سے ہم کام کرتے ہیں، اچھے کام بھی کرتے ہیں اور برے کام بھی کرتے ہیں، لاکھوں کروڑوں بھی کماتے ہیں اور بعض دفعہ محنت کا کچھ بھی پھل نہیں ملتا، یہ سب کی سب چیزیں اس کی عطا کی ہوئی ہیں۔ بندگی کے اصل معنی یہ ہیں کہ آدمی یہ سمجھے کہ وہ بالکل اللہ کا ہے اور ہر چیز میں اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محتاج ہے، پورے کا پورا وہ اسی کا ہے۔ اسے ہر چیز اسی سے مانگنی چاہیے۔ جو کچھ ملا ہے اسی سے ملا ہے۔ جب آدمی یہ سوچتا ہے کہ جو کچھ بھی مجھے ملا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ملا ہے تو پھر اس کے اندر شکر کا اور محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جو ہستی اتنی رحم کرنے والی ہے، اتنی بخشنے والی ہے، جس نے جان بھی دی اور جسم بھی دیا، رشتے بھی دیے اور مال بھی دیا اور زمین سے غذا بھی اُگائی اور آسمان سے پانی بھی برسایا، کھانا بھی کھلاتا ہے اور پانی بھی پلاتا ہے، اور جب بیمار ہوتا ہوں تو شفا بھی وہی دیتا ہے، تو پھر آدمی لازماً اس سے محبت کرے گا اور اس کا شکر ادا کرے گا۔ جب محبت اور شکر ادا کرے گا تو اس کا اظہار بھی کرے گا۔ اس کا یہ اظہار نماز ہے۔

نماز دراصل اللہ کے ساتھ محبت اور شکر کا اظہار ہے۔ آپ سورہ فاتحہ شروع کرتے ہیں تو الحمد سے شروع کرتے ہیں۔ یہ سورہ شکر کی سورہ ہے۔ ساری تعریف اور سارا شکر اللہ کے لیے ہے۔ اس کے بعد آپ نماز میں کبھی اس کی تسبیح کرتے ہیں، کبھی اس کی بڑائی بیان کرتے ہیں، کبھی تعریف کرتے ہیں، کبھی اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں، اپنے آپ کو محتاج بنا کر اس کے در پر لا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ یہ دراصل شکر اور محبت ہی کا اظہار ہے اور یہی ایمان کی بنیاد ہے۔ شکر اور محبت کے اوپر ہی شریعت کی عمارت قائم ہو سکتی ہے۔

آج مسلمان شاید دین کے بارے میں وہ سب کچھ جانتے ہیں جو ان کو جاننا چاہیے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ انھیں کیا کرنا چاہیے' کیا نہ کرنا چاہیے' لیکن جو کرنا چاہیے وہ نہیں کرتے اور جو نہیں کرنا چاہیے وہی کرتے ہیں' تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ علم کی کمی ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کی بنیاد پر عمل کرنے کے لیے جس قوت اور طاقت کی ضرورت ہے، جو شکر اور محبت سے پیدا ہوتی ہے، اس کی کمی ہے۔ یہ قوت اس احساس سے پیدا ہوتی ہے کہ میری ہر چیز اللہ کی دی ہوئی ہے۔ وہ اگر چاہے تو آناً فاناً نگاہ کو چھین کر لے جائے اور کوئی آنکھ واپس لا کر نہیں دے سکتا، کانوں کو اگر سننے سے محروم کر دے تو کوئی کانوں کی سماعت واپس نہیں دے سکتا، ہاتھ پاؤں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفلوج کر دے تو کوئی ہاتھ پاؤں کو دوبارہ متحرک نہیں کر سکتا، سانس نکل جائے تو کوئی جسم میں روح کو واپس نہیں لا سکتا۔ میں تو اس طرح اس کا محتاج ہوں، اس طرح اس کے آگے ذلیل ہوں، اس طرح اس کے آگے پست ہوں، میرا کچھ اختیار نہ میرے اپنے اوپر ہے، نہ اپنے حالات کے اوپر ہے، اس کے آگے میں غلام بن کر، ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہوں، ہر چیز اسی کی بخشی ہوئی ہے۔ یہ احساس جتنا مضبوط ہوگا' اس سے اتنی ہی زیادہ محبت پیدا ہوگی۔ اس کا احساس پیدا ہوگا تو ایمان مضبوط ہوگا اور جتنا ایمان مضبوط ہوگا' اتنا ہمارے اندر وہ قوت اور طاقت آئے گی جس کے بل پر ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کی اور اس کی شریعت کی تعمیل کر سکیں گے، اس کی اطاعت کر سکیں گے اور اس کی نافرمانی سے بچ سکیں گے۔

آپ غور کریں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ہمارا تعلق ہے' یہ زندگی کے ہر کام کے اندر ہونا چاہیے۔ اگر ہم بندے ہیں تو ہمارے دل کو بھی اس کا بندہ ہونا چاہیے، ہماری سوچ اور دماغ کو بھی اس کا بندہ ہونا چاہیے، ہمارے ہاتھ اور پاؤں کو بھی اس کا بندہ ہونا چاہیے، ہماری جیب اور مال کو بھی اس کا بندہ ہونا چاہیے۔ ہمارے سارے رشتے اور تعلقات بھی اسی کی بندگی کے تحت ہونے چاہییں۔ نماز میں ہماری پوری شخصیت' پورا وجود اللہ تعالیٰ کی بندگی کے اندر مصروف ہو جاتا ہے۔ ذہن اور خیال کو بھی اللہ کی طرف ہونا چاہیے، اس لیے کہ نماز اللہ کی یاد کے لیے ہے۔ نماز میں جتنی اللہ کی یاد کم ہوگی، اتنی ہی نماز کی کیفیت اور اس کا اثر بھی کم ہوگا۔

کچھ شرائط ہیں جن کو پورا کرنے سے نماز اپنا اثر دکھاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ لیا ہے کہ جو ان پانچ نمازوں کو اس طرح ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ نماز کے اندر اصل بات یہ ہے کہ ہمارا ذہن، دل اور دماغ سب اللہ کی یاد میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ پھر زبان جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے وہ بھی اسی کی بندگی، شکر اور محبت کا برابر اظہار کرتی رہتی ہے، اللہ کی تسبیح کرتی ہے، اور اس کی بڑائی بیان کرتی رہتی ہے۔ پھر ہمارے جسم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ساری ادائیں بندگی اور غلامی کی ہوتی ہیں۔ ہم غلاموں کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد یہ محسوس کرتے ہیں کہ بندگی کا حق ابھی ادا نہیں ہوا تو اس کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ پھر محسوس ہوتا ہے کہ اب بھی جو اس کی بندگی ہے اس کے لحاظ سے ہماری پستی مکمل نہیں ہوئی، تو اپنے سر اور اپنی پیشانی کو اس کے آگے مٹی پر ٹیک دیتے ہیں۔ جسم کی یہ ساری ادائیں بندگی اور غلامی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ذکر صرف زبان کا ذکر نہیں ہے بلکہ دل کا بھی ذکر ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے اگرچہ ادھر ادھر بھٹک رہا ہو، اس کا علاج کر سکتے ہیں۔ لیکن بہرحال نماز کے اندر اللہ کی یاد کا ہونا، اس سے بات چیت کرنا اور یہ سمجھ کر کرنا کہ ہم کیا بات چیت کر رہے ہیں، یہ نماز کی کیفیت اور اس کے اثر کے لیے، نماز کے اندر قوت اور طاقت پیدا کرنے کے لیے اور نماز سے وہ سب کچھ حاصل کرنے کے لیے جس کو بخشنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نماز کو ہمارے اوپر فرض کیا ہے، ضروری ہے۔

ہم زندگی کے اندر زبان سے بہت ساری باتیں بولتے رہتے ہیں۔ نماز میں زبان کا ہر لفظ اللہ کی بندگی کا اظہار کرتا ہے اور پورا جسم بھی اسی کے اندر مشغول ہوتا ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر تو نماز کے اندر کوئی ایسا فعل نہیں جس سے آدمی اپنا مال بھی اللہ کے لیے قربان کر رہا ہو لیکن وہ وقت لگاتا ہے۔ اسی وقت کو اگر وہ چاہے تو مال کمانے میں بھی لگا سکتا ہے، تو گویا وہ دنیا کو چھوڑ کر، مال کمانے میں جو وقت لگ سکتا تھا اس وقت کو اللہ کی بندگی میں لگا دیتا ہے۔ ایک طرح سے یہ مال کی قربانی بھی ہے، اگرچہ مال کی قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے شریعت کا دوسرا حکم نازل فرمایا ہے اور وہ زکوٰۃ کا حکم ہے۔

نماز اللہ کی یاد کو زندگی میں جاری و ساری کرتی ہے۔ اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے آدمی غفلت سے دور رہتا ہے، چوکنا اور ہوشیار رہتا ہے، کہیں غلطی کرتا ہے تو توبہ کرتا ہے۔ اس کے دل کے اندر اللہ کی یاد سے ہی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ حدیث میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جو آدمی اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا ان دونوں کی مثال مردہ اور زندہ کی ہے''۔ آدمی زندہ یا مردہ زندگی میں نہیں ہوتا۔ یا تو زندہ ہوتا ہے یا پھر مردہ ہوتا ہے۔ لیکن انسان کا وجود، اس کا دل، اس کی شخصیت، اس کی زندگی اور موت اللہ کی یاد سے وابستہ ہے۔ فرمایا: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ ط[الحشر: ۱۹:۵۹]، ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو خدا کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کو اپنا آپ بھلا دیا۔ جو آدمی اپنے سے غافل ہو گیا، اپنے کو بھول گیا' مر گیا۔ یہی بات اس حدیث میں کہی گئی ہے کہ دل کی، ایمان کی، شخصیت کی اور وجود کی، سب کی زندگی اللہ کی یاد سے وابستہ ہے۔ اللہ کی یاد نہ ہو تو آدمی چلے گا، پھرے گا، سانس لے گا، کاروبار کرے گا، دنیا کے اندر سارے کام کرے گا لیکن وہ دراصل ایک مردہ آدمی ہے۔ اگر اللہ کی یاد دل میں ہو، اور آدمی کچھ بھی نہ کر سکے، آدمی پلنگ کے اوپر پڑا ہوا ہو، ہاتھ پاؤں نہ ہلا سکتا ہو لیکن وہ زندہ آدمی ہے، اس لیے کہ اس کے دل میں اللہ کی یاد ہے۔ اللہ کی یاد سے ہی دل کی زندگی ہے اور نماز کا تو مقصد ہی یہی ہے کہ اللہ کی یاد دل کے اندر رائج ہو۔ وَأَقِمِ الصَّلَوٰةَ لِذِكْرِي [طٰهٰ ۱۴:۲۰]، میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔ میری یاد تمھاری زندگی کے اندر قائم ہو۔ فرمایا: إِنَّ الصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ط[العنکبوت ۴۵:۲۹] ''یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے''۔

یہ اتنا بڑا کام ہے جو نماز کرتی ہے۔ اس لیے کرتی ہے کہ سب سے بڑی چیز اللہ کی یاد ہے۔ جب نماز کے ذریعے پانچ وقت اللہ کی یاد تازہ ہو گی تو آدمی لوٹ کر آئے گا۔ اللہ کے دربار میں کھڑا ہو گا تو اللہ کی یاد زندگی میں جاری و ساری ہو گی۔ نماز اللہ کی یاد کا ذریعہ ہے۔ اس سے وہ زندگی بنتی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس کی مغفرت فرما دے گا۔

اس حدیث کے اندر صرف یہی بات نہیں کہی گئی کہ جس نے بھی نماز پڑھ لی اور جیسی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھ لی اس کے لیے اللہ نے ذمہ لے لیا ہے کہ وہ اس کو لازماً بخش دے گا، بلکہ یہ بتایا ہے کہ کس قسم کی نماز کے لیے اس نے یہ ذمہ لیا ہے اور اپنے بندوں سے یہ عہد باندھا اور وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو لازماً بخش دے گا۔ ایسی نماز کے لیے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اَحْسَنَ وُضُوْئَھُنَّ، جس نے ان کے لیے وضو کیا تو اچھی طرح خوب صورتی کے ساتھ کیا۔ وَصَلّٰھُنَّ لِوَقْتِھِنَّ ،اور ان کو اپنے وقت پر پڑھا۔ وَاَتَمَّ رُکُوْعَھُنَّ وَخُشُوْعَھُنَّ ،اور ان کا رکوع اور ان کا خشوع سب کو پورا کیا۔ اس لحاظ سے نماز کے اتمام کے معنی ہوتے ہیں پورا کرنا، بہتر سے بہتر کرنا، کمال تک پہنچانا۔ لہٰذا جس نے اچھی طرح وضو کیا، اپنے وقت پر نماز کو پڑھا، اچھی طرح رکوع اور سجدہ کیا اور خشوع کے لحاظ سے جو ان کے حقوق تھے ان کو پورا ادا کیا، ان کو کمال تک پہنچایا، اس نے اتمام نماز کیا۔

اللہ کے دربار میں حاضری کے لیے سب سے پہلی چیز پاکیزگی اور طہارت ہے۔ نماز کے لیے پہلی شرط وضو ہے۔ وضو کے اندر دو باتیں ہیں۔ ایک تو وضو میں آدمی اپنے جسم کو پاک اور صاف کرتا ہے۔ وضو کے ارکان ہیں، فرائض بھی ہیں، سنتیں بھی ہیں اور مستحبات بھی ہیں۔ جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہوسکتا ہے ان کو ادا کر کے ہم وضو کرتے ہیں۔ وضو کرتے ہوئے ان فرائض اور سنتوں کو ادا کرنے سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ میں اللہ جل شانہٗ کے دربار میں جارہا ہوں اور اس دربار میں جانے کے لیے کس کیفیت میں ہونا چاہیے۔ میرے جسم کو بھی پاک اور صاف ہونا چاہیے۔ کپڑے بھی پاک اور صاف ہونے چاہییں۔ جسم کے اوپر کوئی غلاظت اور گندگی نہیں ہونی چاہیے۔ ہاتھ پاؤں، چہرہ سب کو دھو کر ہی میں اللہ کے حضور میں جاسکتا ہوں۔ ایک طرف تو اعضا کی پاکیزگی ہے، اس کے لیے اہتمام ضروری ہے۔ یہاں تک اہتمام ہے کہ کوئی جگہ خشک نہیں رہنی چاہیے۔ وضو کے حسن کا ایک پہلو یہ ہے کہ ظاہری طور پر اس کے جو بھی آداب ہیں ان کو ملحوظ رکھ کر وضو کو پورا پورا کیا جائے۔ یہ اس بات کا ذریعہ اور کنجی ہے کہ آدمی کا دل جاگ اُٹھے۔ اگر لاپروائی سے وضو کیا جائے تو ظاہر ہے کہ نماز کے لیے وضو کی شرط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو پوری ہو جائے گی لیکن وضو کا وہ فائدہ نماز کے لیے حاصل نہیں ہوگا جو حاصل ہونا چاہیے۔

آدمی کو اس احساس کے ساتھ وضو کرنا چاہیے کہ مجھے اللہ کے دربار میں جانے کے لیے پاک اور صاف ہونا چاہیے۔ آدمی کو اگر کسی بڑے افسر کے سامنے، کسی بادشاہ یا صدر کے سامنے حاضر ہونا ہو تو وہ گھنٹوں پہلے نہاتا دھوتا ہے، لباس ٹھیک کرتا ہے، ٹائی پہنتا ہے، آئینے کے سامنے جا کر نوک پلک درست کرتا ہے کہ ٹائی ٹھیک ہے یا نہیں، کپڑوں پر کہیں کوئی شکن تو نہیں ہے، اگر کہیں ایک بھی سلوٹ ہے تو اس پر دوبارہ استری ہونا چاہیے، کپڑے بالکل صحیح ہوں، پتلون کی کریز کہیں سے خراب نہ ہو، یہ سارا اہتمام کر کے وہ اپنے افسر کے، بادشاہ کے یا صدر کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ یہ اس کی نفسیاتی اندرونی کیفیت ہوتی ہے جو اس کو مجبور کرتی ہے کہ میں جہاں جا رہا ہوں اس کے لحاظ سے میرا ظاہر بھی ٹھیک ہونا چاہیے۔ وضو بھی اسی طرح اس دربار میں حاضری کے لیے تیاری ہے جو اللہ تعالیٰ کا دربار ہے۔

وضو کے صرف چند ظاہری آداب پورے کر لیے جائیں تو مکمل فائدہ نہیں ہوگا۔ وضو کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ کے نام سے شروع کریں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ بعض فقہا کے نزدیک تو جو وضو اللہ کے نام سے شروع نہ ہو وہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ لیکن سب فقہا نے اتنی سختی نہیں برتی ہے۔ حضور ﷺ نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ وضو کے بعد اللہ سے یہ دُعا کی جائے کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ، اے اللہ تو مجھے ان میں سے کر دے جو توبہ کرتے ہیں، اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ تطہر کے معنی ہیں بڑے اہتمام سے اپنے آپ کو پاک کرنا۔ وضو کرنے کے بعد اس دعا کے معنی ہیں کہ ہم اپنے آپ کو گناہوں سے بھی پاک کریں۔

ایک طرف جہاں یہ لازمی اور ضروری ہے کہ وضو ظاہری آداب و شرائط کی پابندی کے ساتھ ہو، خوب صورت ہو اور مکمل ہو، وہاں گناہوں کا احساس اور ان سے استغفار اور توبہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے۔ صرف یہ دُعا کافی نہیں ہے کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ بلکہ توبہ کرنا ضروری ہے۔ یہ دعا بھی کافی نہیں ہے کہ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ بلکہ اپنے اندر جو گندگیاں ہیں' ان سے پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ جو آدمی اس طرح وضو کرتا ہے اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے کہیں مختصر الفاظ میں اور کہیں تفصیلی الفاظ میں بشارت دی ہے کہ وضو کے ساتھ ساتھ اس کے گناہ دھلتے جاتے ہیں۔ وہ ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھ کے گناہ دھل جاتے ہیں، پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ بخاری اور مسلم کی ایک مختصر روایت میں یہ ہے کہ یہاں تک کہ ناخن کے نیچے جو گناہ ہوتے ہیں' وہ بھی پانی کے ساتھ بہہ جاتے ہیں۔ لیکن وضو کے لیے خشوع کی شرط لازمی ہے۔ اگر اس طرح کا وضو ہو جس میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا احساس ہو، اس کی فکر ہو، اس کا خوف ہو، اس کی طلب ہو، اس کے لیے تیاری ہو، اس کے لیے پاکیزگی کی فکر ہو، پھر جسم کے ہاتھ پاؤں اور چہرے ہی کی پاکیزگی کافی نہیں بلکہ دل کی پاکیزگی بھی ہو، تو یہ وضو ایسا وضو ہوگا جس سے ہم اللہ کے دربار میں حاضری کے لیے واقعی تیار ہوں گے اور نماز کے اندر وہ خشوع پیدا ہوگا جس کا ذکر نبی کریم ﷺ نے اسی حدیث میں آگے بیان فرمایا ہے۔

دوسری بات آپ ﷺ نے فرمائی: وَصَلَّاھُنَّ لِوَقْتِھِنَّ، اس نے ان نمازوں کو ان کے وقت کے اوپر ادا کیا۔ قرآن نے خود اس کی تاکید فرمائی ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا [النساء ۴:۱۰۳] ''بے شک نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی وقت کے ساتھ اہلِ ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔'' پانچوں نمازوں کے اوقات مقرر ہیں۔ ان نمازوں کے اوقات کے دو' سرے ہیں جن کی نبی ﷺ نے تعلیم دی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جبریل علیہ السلام ایک دن تشریف لائے اور صبح کے ایک سرے پر فجر' پھر ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کے اول وقت پر نماز پڑھائی اور دوسرے دن تشریف لا کر آخر وقت پر نماز پڑھائی اور فرمایا کہ ان دونوں اوقات کے درمیان نماز کا اصل وقت ہے۔ اس بارے میں بہت ساری احادیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور روایات ہیں جس سے فقہا نے نتائج نکالے ہیں۔ کسی نے کہا ہے کہ نماز کا یہ وقت بہتر ہے اور کسی نے کہا ہے کہ یہ وقت بہتر ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ جو آدمی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہو اس کی نماز تو وقت پر ہی ہوگی۔ جماعت نماز کے لیے ایک لازمی شرط ہے۔ وقت کی پابندی کا ایک بڑا اہم پہلو یہ ہے کہ حدیث میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ آدمی کو ہر وقت یہ دیکھتے رہنا چاہیے کہ وہ کل کے لیے کیا کر رہا ہے؟ موت کے بعد کے لیے کیا عمل کر رہا ہے؟ قرآن نے بھی اس کی تاکید کی ہے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ [الحشر ۱۸:۵۹] ہر نفس کو چاہیے کہ وہ برابر نگرانی کرے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے؟

ہمارے پاس سب سے قیمتی چیز وقت ہے۔ انھی اوقات، لمحات، گھنٹوں اور منٹوں سے ہم آخرت کی ابدی نعمتیں کما سکتے ہیں۔ ان ساعتوں کو ہم ضائع کر دیں تو ہم وہاں کی ابدی تکلیف اور عذاب کے اندر گرفتار ہو سکتے ہیں۔ پابندی کے ساتھ پانچ وقت کی نماز ادا کرنے سے دل کی یہ کیفیت جاگ اٹھتی ہے کہ یہ سارا کا سارا وقت اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کسی وقت بھی موت آ جائے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔ جب بھی بلایا جاتا ہے تو دن میں پانچ مرتبہ میں اس کے دربار میں جا کر حاضر ہو جاتا ہوں۔

نماز کے لیے پابندی وقت کے بہت سارے دنیوی فوائد گنوائے جا سکتے ہیں۔ زندگی منضبط ہو جاتی ہے۔ ہر کام کو وقت پر کرنے سے پوری معاشرت، معیشت، سیاست غرض ہر چیز سدھر سکتی ہے۔ لیکن اس وقت یہ ہمارا موضوع نہیں ہے۔ وہ تو ہم سب جانتے ہی ہیں کہ یہ دنیوی فوائد ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا اصل فائدہ یہ ہے کہ اس سے آپ کا وہ دل جاگ اُٹھتا ہے جس کی اصلاح پر ساری زندگی کی اصلاح کا مدار ہے۔ اس دل میں اگر وقت کی قدر و قیمت کا احساس پیدا ہو جائے، اللہ کی بندگی بروقت کرنے کا احساس جاگ اُٹھے اور ہر کام کو اس وقت پر کرنے کا معمول بن جائے جو وقت اللہ تعالیٰ نے اس کام کو کرنے کے لیے مقرر کیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو اور کیا چاہیے۔ زکوٰۃ، حج، روزہ سارے ہی کام وقت کے ساتھ پابند ہیں۔

وقت گزار کر لاپروائی سے نماز پڑھنا منافق کی نشانی ہے۔ حدیث میں صرف عصر کی نماز کا ذکر ہے کہ منافق کی نماز یہ ہوتی ہے کہ جب وقت گزر جاتا ہے، سورج پیلا پڑ جاتا ہے، ڈوبنے کے قریب ہو جاتا ہے تو وہ مسجد میں آتا ہے اور کھڑا ہوتا ہے اور مرغوں کی طرح دو چار ٹھونگیں مار لیتا ہے۔ اٹھا، بیٹھا، کھڑا ہوا، بیٹھ گیا اور نماز پڑھ کے چلا گیا۔ یہ منافق کی نماز ہے، مومن کی نماز ایسی نہیں ہوسکتی۔ مومن تو وقت سے پہلے ہوشیار ہوگا کہ اللہ کے دربار میں جانا ہے۔ اس کے لیے اپنے آپ کو پاک کرے گا، اپنے چہرے کو ہاتھ پاؤں کو دھوئے گا۔ اس کے بعد ٹھیک وقت پر جا کر وہ اپنے آقا کے دربار میں حاضر ہوگا۔ وقت کی پابندی کوئی مشینی عمل نہیں ہے کہ آدمی نے گھڑی دیکھی اور کھڑا ہو گیا بلکہ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کا احساس ہو۔ جس وقت اس نے بلایا ہے اسی وقت جانا ہے، اس کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور اس کے آگے اپنی جو بات کرنی ہے وہ اسی وقت کرنی ہے۔

تیسری شرط آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی: وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ جس نے ان نمازوں کو رکوع اور خشوع کے لحاظ سے پورا کرنے کی کوشش کی۔ ہم لوگ نماز میں رکوع اور سجدہ کرتے ہیں۔ اپنی پیٹھ جھکاتے ہیں، رکوع ہو جاتا ہے۔ پیشانی اللہ کے سامنے ٹیکتے ہیں، سجدہ ہو جاتا ہے۔ ان حرکات کو بھی پورے اطمینان کے ساتھ مکمل کرنا اس حدیث کا تقاضا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی بہت زیادہ تعلیم دی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس کے لیے اتنی سختی بھی اختیار فرمائی کہ ایک آدمی مسجد میں آیا اور اس نے نماز پڑھی۔ ہم لوگوں میں سے بھی بہت سے لوگ ایسی نماز پڑھتے ہیں۔ جلدی سے کھڑے ہوئے، اور جلدی سے جھک گئے۔ پورے جھکنے بھی نہ پائے تھے کہ کھڑے ہو گئے، اور کھڑے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ سجدے میں سر رکھ دیا، اور سر بھی نہ رکھنے پائے تھے کہ اُٹھ کر بیٹھے، اور پورے بیٹھنے بھی نہ پائے تھے بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایڑی کے بل بیٹھے ہی تھے کہ جلدی سے پھر دوبارہ جھک گئے۔ اس شخص نے بھی اسی طرح نماز پڑھی ہوگی۔ وہ آیا اور اس نے آ کر حضور ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے کہا: وعلیکم السلام، تمھاری نماز نہیں ہوئی، دوبارہ جا کر نماز پڑھو۔ وہ واپس گیا۔ اس نے دوبارہ نماز پڑھی اور پھر اسی طرح پڑھی۔ پھر وہ آیا، پھر اس نے سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا لَمْ تُصَلِّ ،تو نے نماز نہیں پڑھی۔ واپس جاؤ اور پھر دوبارہ نماز پڑھو۔ پھر اس نے تیسری دفعہ جا کر نماز پڑھی اور پھر اسی طرح نماز پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد پھر اس نے سلام کیا اور پھر آپ ﷺ نے کہا لَمْ تُصَلِّ تو نے نماز نہیں پڑھی۔

اس نے کہا: حضور ﷺ، مجھے اس سے بہتر نماز پڑھنی نہیں آتی' آپ ﷺ مجھے تعلیم دیجیے کہ میں نماز کیسے پڑھوں؟ آپ ﷺ نے یہ عمل تین دفعہ اس لیے کیا کہ یہ آپ ﷺ کی تعلیم کا طریقہ تھا۔ آپ ﷺ پہلی دفعہ بھی اس کو بتا سکتے تھے کہ تمھاری نماز میں یہ اور یہ خامی ہے۔ لیکن تین دفعہ نماز پڑھوا کر ایک تو آپ ﷺ نے بات قبول کرنے کے لیے اس کے دل کو تیار کر دیا اور دوسرے اس کی اہمیّت اس کے دل میں بٹھا دی۔ اتنی بڑی اہمیّت ہے کہ تین دفعہ آپ ﷺ نے اسے واپس بھیجا کہ نماز دوبارہ پڑھ کر آؤ۔ حضور ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ ﷺ بات بھی تین دفعہ دہراتے تھے۔ ایک ہی بات کو تین تین دفعہ دہراتے تا کہ لوگ اچھی طرح سن لیں، سمجھ لیں اور اپنے دل و دماغ کے اندر بٹھا لیں۔ پھر آپ ﷺ نے کہا کہ کھڑے ہو تو اطمینان کے ساتھ کھڑے ہو، رکوع کرو تو اپنی پیٹھ کو سیدھا کر لو اور رکوع اطمینان کے ساتھ کرو۔ پھر جب کھڑے ہو تو سیدھے کھڑے ہو جاؤ، سجدہ کرو تو پوری پیشانی ٹیک دو، ہاتھ نیچے زمین پر رکھ دو۔ بیٹھو تو پیٹھ سیدھی ہونی چاہیے اور اطمینان کے ساتھ بیٹھو۔ پھر اسی طرح سجدہ کرو۔ تو یہ نماز مکمل نماز ہے۔

جو آدمی نماز میں رکوع اور سجدے کے اندر اس طریقے سے ڈنڈی مارتا ہے کہ سجدہ آدھا کیا، رکوع آدھا کیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ نماز کا چور ہے۔ فرمایا کہ بدترین چور وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ نماز کا چور کون ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کا چور وہ ہے جو رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے۔ ایک تو اس کا یہ پہلو ہے اور اس لحاظ سے بھی کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے اس وعدے کا امیدوار اور مستحق بننا چاہیے اور اس کو اپنی نماز کو اس طرح بلا ٹالنے کے انداز میں نہیں پڑھنا چاہیے۔

اس کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو آدمی اس طرح رکوع اور سجدہ کر رہا ہے' وہ اس بات سے غافل ہے کہ وہ کس کے سامنے کھڑا ہے اور کس سے بات چیت کر رہا ہے۔ جو آدمی اس سے غافل ہے کہ وہ کس کے سامنے کھڑا ہے، کس سے بات چیت کر رہا ہے، اس کو اس نماز سے سوائے اس کے کہ فرض ادا ہو جائے کیا حاصل ہوگا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ کے دربار میں' آقا کے دربار میں حاضری ہے۔ جس کا سب کچھ دیا ہوا ہے، سارا اختیار اس کا ہے، میں پوری طرح اس کا محتاج ہوں' آدمی اس ہستی کے سامنے آئے اور اتنی لاپروائی سے آئے کہ بیٹھنے بھی نہیں پائے کہ اٹھ کر چلا جائے۔ کسی آدمی سے آپ کی کوئی دنیا کی غرض وابستہ ہو اور آپ اس کے دفتر میں جا کر بیٹھیں تو جب تک آپ کا کام نہ ہو جائے آپ کرسی پر چپک جائیں گے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ہم سب پیچھے دوڑتے ہیں، ایم این اے کو پکڑتے ہیں، ایم پی اے کو پکڑتے ہیں، دفتر جاتے ہیں، گھنٹوں باہر بیٹھے رہتے ہیں، اندر جا کر بیٹھتے ہیں، اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا کہ جب تک کہ یہ افسر بات کرتا رہے ہم چاہتے ہیں کہ ہم بیٹھے رہیں اور بات کرتے رہیں۔ جو آدمی اس طرح آتا ہے کہ آدھا جھکا، آدھا بیٹھا، کھڑا ہوا اور چلا گیا' اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو کوئی پروا نہیں ہے، اس کو کوئی اندازہ نہیں ہے، کوئی احساس نہیں ہے کہ وہ کس کے پاس آیا ہے؟ کس کے دربار میں ہے؟ کہاں کھڑا ہوا ہے؟

رکوع اور سجدے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ جس طرح جسم جھکتا ہے، اسی طرح دل بھی جھکتا ہے۔ جس طرح جسم سجدہ کرتا ہے، اسی طرح دل بھی سجدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رکوع اور سجدے کا لفظ دونوں معنی کے اندر استعمال کیا ہے۔ جو سجدہ اور رکوع آدمی نماز میں کرتا ہے'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے بھی اور جو دل کا رکوع اور سجدہ ہوتا ہے اس کے لیے بھی فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مال دیتے ہیں فَقُلُوْبِهِمْ رَاكِعُوْنَ ان کے دل رکوع کرتے ہیں۔ سجدے کے بارے میں فرمایا کہ سورج اور چاند اور ستارے سب سجدہ کرتے ہیں۔ یہ وہ سجدہ تو نہیں کرتے جو ہم پیشانی ٹیک کر کرتے ہیں لیکن سب اللہ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔

تیسری شرط یہ بیان فرمائی کہ وَاتَمَّ خُشُوْعَهُنَّ اپنے خشوع کو مکمل کرلیا۔ خشوع کے معنی پستی کے ہیں۔ آواز پست ہو جائے، نیچی ہو جائے، نگاہ جھک جائے، سر جھک جائے، یہ خشوع ہے۔ نماز کی اصل روح یہی ہے کہ آدمی پوری طرح پست ہو جائے، اللہ کا فقیر اور محتاج بن جائے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ [المومنون ۲۳:۱-۲]، وہ مومن فلاح پائیں گے جو اپنی نماز کے اندر خشوع کرتے ہیں۔ نماز لوگوں کے لیے بڑی بھاری اور گراں ہے سوائے ان کے جن کے اندر خشوع کی صفت ہو۔ یہ خشوع کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ میں آپ کے سامنے تین چیزیں ایسی رکھ رہا ہوں جن پر اگر آپ عمل کرنے کی کوشش کریں تو اس سے نماز بھی بہتر ہوگی اور خشوع بھی اس کے اندر پیدا ہوگا۔ تین چار منٹ وقت تو زیادہ ضرور لگے گا لیکن یہ باتیں بڑی اہم ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نماز میں جو کچھ پڑھتے ہیں، آپ کو یاد ہونا چاہیے کہ اس کے معنی کیا ہیں؟ یہ بہت سارے جملے نہیں ہیں۔ اللّٰہ اکبر، اللہ بڑا ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، میرا رب بڑا عظیم ہے، اس طرح سے آپ کو معنی یاد ہونے چاہییں۔ یہ ضروری ہے کہ آدمی نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو یہ معلوم ہو کہ وہ اپنے اللہ سے کیا بات کر رہا ہے۔ جب شراب پوری طرح منع نہیں ہوئی تھی، قرآن مجید نے یہ کہا کہ جب تم نشے کے عالم میں ہو تو نماز مت پڑھو'' تاکہ تم جانو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کو خبر بھی نہ ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو''۔ ہم میں سے اکثر لوگ تو اب ایسے نماز پڑھتے ہیں کہ انھیں خبر ہی نہیں ہوتی کہ ہم اللہ سے کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ شاید نشے کے عالم میں ہوتے ہیں۔ لہٰذا نماز کا مفہوم تو آپ کو معلوم ہونا ہی چاہیے لیکن جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نماز میں آپ کی توجہ بھٹکنے لگے تو آپ ایسا کریں کہ زبان سے تو آپ عربی کے الفاظ کہیں اور دل میں آپ اردو کے الفاظ یا جس زبان کے الفاظ میں بھی آپ نے یاد کیا ہو دہرائیں۔ جس کو کہتے ہیں دل میں پڑھنا، یعنی آپ اپنی زبان سے عربی میں ہی کہیں لیکن دل میں مفہوم کو دہرائیں۔ اس طریقے سے آپ کی توجہ ان الفاظ کے اوپر مرکوز رہے گی۔

نماز اتنی قیمتی چیز ہے کہ شیطان سب سے پہلے اسی پر حملہ کرتا ہے۔ آپ نے نیت باندھی نہیں کہ دنیا کے سارے خیالات آپ کے ذہن میں آنے لگتے ہیں اور توجہ ہر طرف جاتی ہے۔ شیطان وسوسوں کے ساتھ سب سے بڑھ کر نماز پر حملہ آور ہوتا ہے کہ آدمی نماز سے فائدہ نہ اُٹھالے۔ وسوسے کے علاج کے سلسلے میں یہ سمجھ لیں کہ جتنا اس کو نکالنے کی کوشش کریں گے اتنا ہی وہ مضبوط ہوتا جائے گا۔ وسوسے کی غذا توجہ ہے۔ جتنا آپ توجہ دیں گے، ارے میرا ذہن تو بھٹک رہا ہے، گھر یاد آرہا ہے، مجھے یہ چیز یاد آرہی ہے، وہ آپ کو اور یاد آئے گی۔ لیکن آپ کسی دوسری چیز کو یاد کرنا شروع کردیں گے تو خود بخود آپ کی توجہ اس سے ہٹ جائے گی اور اس چیز پر آجائے گی۔ دل کے اندر الفاظ کے معنی دہرالیں، تو یہ ایک طریقہ ہے جس سے آپ نماز کو بہتر بنا سکتے ہیں اور اس میں خشوع پیدا کر سکتے ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سمجھیں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں۔ حدیث میں بار بار کہا گیا ہے کہ جب آدمی نماز پڑھتا ہے تو اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔ مناجات کہتے ہیں کسی کے بہت قریب ہونا۔ اردو میں اسے کہتے ہیں کانا پھوسی کرنا یعنی جس طرح آدمی بالکل قریب ہو کر کان میں بات کرتا ہے۔ جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے۔ اللہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ اس کا چہرہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔

فرمایا: نماز میں تھوکو مت۔ اس لیے کہ تم اللہ کے سامنے کھڑے ہو، تمھارے سامنے وہ موجود ہے۔ تو یہ احساس رہنا چاہیے کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوں۔ فَلْيَنْظُرْ كَيْفَ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آدمی سوچے کہ میں اللہ سے کیسے بات کروں۔ میرا دل کہاں ہے، میرا دماغ کہاں ہے، میری توجہ کہاں ہے اور میں اللہ سے بات کر رہا ہوں، کیسی بات کر رہا ہوں۔ یہ بھی خیال کریں کہ جو آپ حرکت کر رہے ہیں اس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ قُوْمُوْا، کھڑے ہو جاؤ، میں نے ہاتھ باندھ لیے۔ اس نے کہا ہے وَارْكَعُوْا، میں نے رکوع کر لیا ہے۔ اس نے کہا ہے وَاسْجُدُوْا، میں نے سجدہ کر لیا ہے۔ اس نے کہا ہے قرآن پڑھو میں نے قرآن پڑھا۔ گویا اگر آپ یہ سمجھیں کہ اللہ آپ کے سامنے ہے، وہ آپ کو حکم دیتا جا رہا ہے اور آپ وہ کام کرتے جا رہے ہیں تو یہ ایسا طریقہ ہے جس سے آپ کی بات چیت اللہ کے ساتھ پوری نماز میں رہے گی۔

سورۃ الفاتحہ بھی بندے اور رب کے درمیان تقسیم ہے۔ آپ ایک آیت پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے، دوسری آیت پڑھتے ہیں تو اس کا جواب دیتا ہے۔ یہ مکالمہ برابر جاری رہتا ہے۔ آپ کی توجہ ہٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی توجہ بھی آپ کی طرف سے ہٹ جاتی ہے۔ یہ دوسری چیز ہے۔ ایک تو نماز کے معنی یاد ہوں۔ کچھ بھی آپ نہ کر سکیں، اللہ کی یاد نہ آئے، دل متوجہ نہ ہو تو کم سے کم دل کے اندر نماز کے معنی دہراتے جائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم سمجھیں کہ اللہ کے سامنے اس کے حکم کی تعمیل میں کھڑے ہیں۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ۔ اس نے کہا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى میں نے کہا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى۔ اس نے کہا: فَكَبِّرْ، میں نے کہا: اللّٰہ اکبر۔ تو جو اس نے کہا میں اس کی تعمیل کرتا چلا گیا۔ تو اس طرح آپ کے اعضا کا، زبان کا، اللہ کے ساتھ تعلق قائم ہوتا ہے۔

تیسری بات بھی ایک حدیث میں کہی گئی ہے۔ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے بڑی مختصر نصیحت کی۔ آپ ﷺ نے تین باتیں فرمائیں۔ اس میں سے ایک بات یہ تھی کہ جب تم نماز پڑھو تو ایسی نماز پڑھو گویا تم دنیا سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رخصت ہو رہے ہو یا دُنیا کو تم نے رخصت کر دیا۔ کوئی نماز تو آپ کی آخری نماز ہوگی۔ یہ آپ جمعہ کی نماز پڑھ رہے ہیں، کس کو معلوم ہے کہ اس کے بعد آپ کو عصر پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں۔ موت تو کبھی ضرور آنی ہے اور کسی نہ کسی نماز کے بعد آنی ہے۔ یہ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ کس نماز کے بعد آنی ہے۔ تو آپ نماز میں اگر یہ سوچیں کہ یہ میری آخری نماز ہے' اس کے بعد نماز پڑھنا نہ ملے گا۔ یہ آخری اللہ کے دربار میں حاضری ہے، جتنا چاہوں رو دھولوں، جتنا چاہوں مانگ لوں۔ جتنا چاہوں بندگی کا اقرار کرلوں، یہ آخری موقع ہے، تو یہ بات بھی آپ کی نماز میں خشوع پیدا کرے گی۔

یہ تین باتیں ہیں اور ان میں سے ہر بات پہلی سے زیادہ مشکل ہے۔ سب سے آسان تو یہ ہے کہ آپ ترجمہ یاد کرلیں اور دل میں دہراتے جائیں۔ دوسری یہ کہ خیال رکھیں کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوں' اس سے بات چیت ہو رہی ہے' اس کے حکم کی تعمیل میں ہر کام ہو رہا ہے۔ اور تیسری یہ کہ آدمی یہ سوچے کہ شاید یہ میرے آخری لمحات ہوں اور اس کے بعد کوئی دوسری نماز مجھے پڑھنا نصیب نہ ہو۔ میں اس کو اس طرح پڑھوں کہ گویا دُنیا کو میں نے رخصت کر دیا ہے۔ بال بچے، مال و دولت، اسباب کاروبار، نوکری ان سب سے اب میں چھوٹ چکا ہوں۔ اس کے بعد اب اللہ کی طرف جانا ہے۔

نماز اللہ سے ملاقات ہے۔ اللہ کے دربار میں حاضری ہے۔ موت کے بعد جو بڑی حاضری ہونے والی ہے' اس سے پہلے یہ حاضری ہے۔ پانچ وقت اللہ نے اپنے دربار میں بلایا ہے۔ اس کا موقع دیا ہے۔ نہ پہلے وقت لینے کی ضرورت ہے، نہ ٹیلی فون کی ضرورت ہے، نہ سفارشوں کی ضرورت ہے۔ وہ رب العالمین ہے، ربّ کائنات ہے۔ جب چاہے آپ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائیں' وہ آپ کے استقبال کے لیے موجود ہے، آپ سے بات چیت کرنے کو تیار ہے۔ جو بات کہیں، وہ سنے گا۔ اس کا جواب دے گا۔ جو مانگیں وہ آپ کو دینے کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیار ہے۔ یہ ساری نعمتیں دن میں پانچ وقت ہوتی ہیں۔ ان کو ہم اس لیے ضائع کرتے ہیں کہ ہم نے نماز کو ایک عادت اور رسم بنالیا ہے۔ رسم کے طور پر پڑھ لیتے ہیں اور وہ فائدہ اس سے نہیں اُٹھاتے جو اٹھا سکتے ہیں۔

آپ کوشش کریں، نیت کریں کہ اپنی نمازوں کو بہتر بنائیں گے، ان کے اندر خشوع پیدا کریں گے، رکوع وسجدہ مکمل کریں گے، وضو کے اندر پاکیزگی کی فکر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کی توفیق دے۔ [آمین]

❖❖❖

جس حدیث کا مطالعہ کیا گیا ہے اس کا اُردو ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابومحمد رضی اللہ عنہ نے کہا:

وتر واجب ہے [ابومحمد صحابی ہیں' نام ان کا مسعود بن زید ہے یا مسعود بن اوس یا قیس بن عبایہ] یہ بات عبادہ بن صامت کو پہنچی۔ اُنھوں نے کہا: غلط کہا ابومحمد رضی اللہ عنہ نے۔ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے:

پانچ نمازیں ہیں جن کو فرض کیا اللہ عزوجل نے۔ جو شخص اچھی طرح ان کے واسطے وضو کرے گا' اور وقت پر ہر ایک کو ادا کرے گا اور رکوع پورا کرے گا اور خشوع سے پڑھے گا [یعنی دل لگا کر] تو اللہ جل جلالہ پر اس کا وعدہ ہوگا مغفرت کا۔ اور جو ایسا نہ کرے گا اس کا وعدہ اللہ پر نہیں ہے۔ چاہے اس کو بخشے چاہے عذاب کرے۔

[رواہ ابوداؤد]

❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلاوتِ قرآن کے آداب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باسمہ

قرآن مجید بظاہر ایک عام سی کتاب ہے' انسانوں کی زبان میں لکھی ہوئی' کاغذ پر چھپی ہوئی' دو تختیوں کے درمیان مجلد۔ کسی اور کتاب سے بظاہر کوئی فرق بھی محسوس نہیں ہوتا' لیکن یہ اپنی طرز کی منفرد کتاب ہے' اس کی کوئی مثال ہے' نہ نظیر!

اس کی وجہ یہ ہے جیسا کہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ جو اس کائنات کا مالک' خالق اور آقا ہے' یہ کتاب اس کی نازل کردہ ہے۔ اس کتاب کا اپنا بھی یہی دعویٰ ہے جسے کثرت سے اور اصرار سے کیا گیا ہے۔ کتاب کا آغاز بھی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ سے ہوتا ہے' اس کا ترجمہ یہی ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ الکتاب کا لفظ' اللہ کی کتاب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے بعد شروع سے آخر تک آپ کتاب کو پڑھ جائیے' جگہ جگہ اس بات کی تکرار ہے اور پرزور دعویٰ ہے کہ ہم نے اس کو اُتارا ہے' اس کی آیات ہماری بھیجی ہوئی ہیں' ہماری طرف سے فرشتہ لے کر آیا ہے' لوح محفوظ سے امانت دار' عزت والے لوگ اس کو لے کر نیچے آئے ہیں۔ بے شمار سورتیں اسی دعویٰ کے ساتھ شروع ہوتی ہیں' تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o [حم السجدہ ۴۱:۲] ''یہ خدائے رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل کردہ چیز ہے''۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ o [حم السجدہ ۴۱:۴۲] ''یہ ایک حکیم وحمید کی نازل کردہ چیز ہے''۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ o [المومن ۴۰:۲] ''اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے' سب کچھ جاننے والا ہے''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح بات یہ ہے کہ دنیا کی ہر قوم اس بات کی دعوے دار ہے کہ اس کے پاس بھی کتاب الٰہی موجود ہے' لیکن اُن ساری کتابوں میں سے کوئی کتاب خود یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ میں اللہ کی کتاب ہوں۔ یہ اُس کے ماننے والوں کا دعویٰ ضرور ہے' جس طرح ہمارا ہے' لیکن صرف قرآن مجید اُن صحیفوں میں جن کو آسمانی صحیفہ سمجھا جاتا ہے' وہ واحد کتاب ہے جو خود اس بات کی وضاحت کے ساتھ تاکید کرتی ہے کہ میں اللہ کی کتاب ہوں۔ اگر غور کیا جائے تو اس دعوے کے اندر ایک ایسی دنیا پنہاں ہے جس کا ادراک بھی انسانی حواس کے لیے ناممکن ہے۔ ایک لامحدود اور بے کراں ذات جو ہر جگہ موجود ہے' جو زمان اور مکان سے بالا ہے' اُس نے ایک محدود مخلوق سے کیسے کلام کیا؟ مذہب' فلسفہ اور خیال کی دنیا میں اس کا کوئی حل آج تک دریافت نہیں ہوسکا ہے۔ اس لیے کہ یہ انسانی حواس سے بالاتر چیز ہے' اور اس کی صداقت پر کوئی انسانی دلیل نہیں آسکتی۔ اس لیے قرآن مجید بھی یہ کہہ کر آگے بڑھ جاتا ہے کہ اللہ اس پر گواہ ہے کہ یہ کتاب اس کے پاس سے آئی ہے۔

حواس انسانی کے لیے یہ چیز قابل ادراک نہیں ہے' اس لیے کہ نہ اُس درخت میں اللہ موجود تھا جس کے پیچھے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا گیا۔ انسانی صورت میں نبی ﷺ کے پاس جو فرشتہ آتا تھا نہ اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے' اور خدا نے جب اپنے بندے سے کلام کیا' نہ بندے نے اُس کو دیکھا' نہ اس کا اعتراف کیا۔ اس لیے ہماری تاریخ میں' قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق' اس پر بڑے مناظرے اور مباحثے ہوتے رہے ہیں۔ جنھوں نے کتاب الٰہی کو بھی مخلوق قرار دیا' بہت سوں کے نزدیک وہ مشرک اور گمراہ تھے' اور اس جرم میں ان کو قتل کردیا گیا' اس لیے کہ یہ بڑا نازک مسئلہ ہے۔ بہرحال اس کتاب کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب الٰہی ہے' اللہ کی کتاب ہے اور اس کا کوئی حرف بھی مخلوق کا لکھا ہوا نہیں ہے۔

پہلے پہل جب یہ کتاب نازل ہوئی' اور جنھوں نے اس کو براہ راست اُس شخص کی زبان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے سنا [ﷺ] جس کے قلب مبارک پر جبریل علیہ السلام امین اس کو لے کر نازل ہوئے تھے' اس کتاب نے اُن کو ہلا کر رکھ دیا' اور بالکل بدل دیا۔ اُن کے دلوں اور روحوں میں ہلچل مچ گئی' اُن کے ذہن' فکر اور سوچ میں انقلاب آ گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ میرے اوپر اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے' اس میں کوئی غلط یا جھوٹ نہیں ہے اور انھیں اس بات میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں تھا۔ اس کتاب نے اُن کی سوچ بدلی' فکر بدلی' اخلاق بدلے' عادات بدلیں' اندر سے بھی بدلا اور باہر سے بھی بدلا' فرد کو بھی بدلا اور معاشرے کو بھی بدلا۔ اس کے اثرات صرف فکر اور سوچ تک نہیں تھے بلکہ انسان کا جسم بھی اس کے اثرات میں شریک تھا' دل کانپ اُٹھے' رونگٹے کھڑے ہو گئے' کھالیں نرم پڑ گئیں' سر جھک گئے اور لوگ روتے ہوئے سجدوں میں گر گئے' اور بار بار یہ کہا کہ ہاں' یہ ہمارے رب کا کلام ہے۔ یہ معجزہ نما تاثیر دنیا کے کسی دوسرے کلام نے نہیں دکھائی۔ مخالفین بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ کوئی جادو یا سحر ہے۔ پھر اُس نے انسانوں کے اندر اس قدر تغیّر برپا کیا کہ وہی جو بکریاں چرایا کرتے تھے' کھجور کے چھوٹے چھوٹے باغات لگایا کرتے تھے' مکہ میں معمولی دکانیں کھولے بیٹھے تھے' دیکھتے ہی دیکھتے ۳۰ سال کے عرصے میں اُس وقت کی ساری متمدن دنیا کے مالک' امام اور قائد بن گئے' اور انھوں نے ایسے تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی جو ہزار سال تک دنیا پر غالب رہا۔ آج بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تہذیب مر چکی یا مٹ چکی ہے' بلکہ اس کے جاگ جانے اور اٹھ کھڑے ہونے کے خوف سے آج بھی دُنیا لرزہ براندام ہے۔

کیا وجہ ہے کہ وہی کتاب جس نے ۱۴ سو سال پہلے معجزہ اور انقلاب عظیم برپا کیا آج بھی ہمارے پاس موجود ہے' اُس کے کروڑوں نسخے دنیا کے اندر پائے جاتے ہیں' ہزاروں اور لاکھوں لوگ اس کو پڑھتے ہیں' لاکھوں قرآن رمضان میں ختم ہوتے ہیں' سیکڑوں تفاسیر اس پر لکھی جا چکی ہیں' اور مسلمان اس کی مسلسل ورق گردانی یا تلاوت کرتے ہیں' نمازوں میں بھی کرتے ہیں اور نمازوں کے علاوہ بھی' لیکن نہ دل کانپتے ہیں' نہ آنکھوں میں نمی نمودار ہوتی ہے'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ کھالیں نرم پڑتی ہیں اور نہ رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں' نہ ان کی سوچ اور فکر میں اور عمل میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے' اور نہ مسلمانوں کی حالت میں کوئی تغیّر برپا ہوتا ہے۔

یہاں دو بڑے اہم سوال پیدا ہوتے ہیں:

دو اہم سوال

پہلا سوال یہ ہے کہ کیا قرآن مجید بدل گیا ہے؟ قرآن مجید نے اپنی تاثیر کھو دی ہے یا اس کے سننے اور ماننے والوں نے اس کو کھو دیا ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا آج بھی یہ ممکن ہے کہ ۱۴ سو سال کے بعد' زمانے کی اس قدر دُوری کے بعد' حالات میں اتنے تغیّر کے بعد' سائنس اور ٹکنالوجی کی اتنی ترقی اور انکشافات کے بعد' مسلمانوں کی اتنی عظیم الشان اکثریت کے عربی سے ناواقف ہونے اور قرآن سے اجنبیت کے باوجود' اس کتاب نے ۱۴ سو سال پہلے جو معجزہ دکھایا تھا' جو اثرات پیدا کیے تھے' وہ دوبارہ پیدا ہو سکیں؟

یہ دو بڑے اہم سوال ہیں۔

قرآن تو نہیں بدل سکتا نہ ہی اپنی تاثیر کھو سکتا ہے' اس لیے کہ اُس کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ ہر زمانے کے لیے ہے۔ یہ دعویٰ بھی کسی اور کتاب نے نہیں کیا ہے۔ جب قرآن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کو لانے والا آخری نبی ﷺ ہے تو اسی دعوے کے اندر یہ بات بھی پوشیدہ ہے کہ اب کوئی دوسری کتاب نہیں آئے گی۔ اگر اس کے بعد کوئی دوسری کتاب آنے والی نہیں ہے' تو اس بات میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ آج سے ۱۴ سو سال پہلے رونما ہوا' وہ آج بھی رونما ہو سکتا ہے' اور ہونا چاہیے۔ آج بھی اس کتاب کو ماننے والوں اور سننے والوں کا اپنے رب پر' اس کتاب کے بھیجنے والے پر اور اس کتاب پر اتنا حق تو ضرور ہونا چاہیے کہ اس سے وہ وہی فوائد حاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر سکیں' جو ان سے پہلے لوگوں نے حاصل کیے تھے اور ان کی جھولی بھی ان خزانوں سے بھر سکے جن خزانوں سے ان سے پہلے والوں کی جھولی بھری تھی۔ اس درجے میں' اس مقدار میں اور اس معیار پر نہ سہی' لیکن بہر حال اُسی نوعیت اور اُسی قسم کے اثرات اور معجزات کا رونما ہونا اللہ کے عدل اور رحمت پر ہمارا حق محسوس ہوتا ہے۔

اگر چہ یہ کتاب ایک زمانے میں اُتری' اس کی زبان بھی اُس زمانے کی زبان ہے' اس کے واقعات بھی اُس زمانے کے واقعات ہیں' اس کے محاورے' اس کا اسلوب' اس کا طرز بیان' اس کی تشبیہات' اس کے استعارے' سب کے سب اُسی ماحول سے مستعار ہیں جو آج سے ۱۴ سو سال پہلے کی عرب کی سرزمین میں موجود تھا' لیکن یہ کتاب زمان و مکان کی حدود کو پھلانگ کر ہر زمانے اور ہر دَور کے لیے یکساں طور پر ہدایت الٰہی ہونے کی مستحق ہے۔ اس لحاظ سے ہر زمانے اور ہر جگہ کے انسانوں کا یہ مطالبہ کہ جو کچھ مکہ میں بسنے والوں کو ملا' وہ سب کا سب نہ سہی لیکن اس کا کچھ حصّہ ہمیں ضرور ملنا چاہیے' بالکل بجا ہوگا۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے' اور نہیں ہو رہا تو کیوں نہیں ہو رہا؟ یہ دو بڑے اہم سوال ہیں' قرآن کے ماننے والوں کے لیے بھی اور نہ ماننے والوں کے لیے بھی۔ ماننے والوں کے لیے اس لیے کہ پوری تاریخ ان کے سامنے ہے' کہ جو کچھ بھی انھیں ملا' اس کتاب کے وسیلے اور برکت سے' اور اسی کے سہارے سے ملا۔ آج بھی ان کے انہماک اور شغل میں کوئی کمی نہیں آئی ہے' اس لیے کہ بڑے بڑے پریس لاکھوں کی تعداد میں قرآن شائع کر رہے ہیں۔ ہر گھر کی یہ زینت ہے۔ اس زمانے میں تو اس کتاب کا ایک نسخہ بھی اس حالت میں کہ دو جلدوں کے درمیان مجلد ہو' لوگوں کے ہاتھ میں موجود نہیں تھا' اور بہت کم لوگ ہوں گے جو ساری کتاب سے واقف ہوں' اور تفسیر اور لغت کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا۔ اگر آج اتنے انہماک اور شغل کے باوجود بھی لوگ قرآن کی ہدایت' رہنمائی اور برکت سے محروم ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو یہ بات یقیناً غور طلب ہے۔

یہ کس طرح ممکن ہے؟ اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ اگر آج بھی ہم اس کتاب کو اس طرح پڑھیں، تلاوت کریں، تعلق رکھیں اور اس طرح سمجھیں کہ گویا آج اللہ تعالیٰ ہم سے براہِ راست خطاب کر رہا ہے، تو یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ اس کا اسلوب، اس کے محاورے، اس کی زبان، اس کے واقعات، اس کے کردار بے شک ۱۴ سو سال پہلے کے ہیں لیکن یہ کتاب ہمارے لیے تو آج ہی نازل ہو رہی ہے۔ ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ یہ کتاب ہر زمانے کے لیے ہے۔ اگر آج کوئی نبی آتا اور کتاب لے کر آتا، ممکن ہے اُس کی زبان اور محاورہ مختلف ہوتا لیکن اُس کے کردار وہی ہوتے۔ مومنین اور منافقین اور منکرین اُسی کردار کے حامل ہوتے، اور اُس میں انھی قوموں کا ذکر ہوتا جو آج موجود ہیں، عاد اور ثمود کے بجائے امریکہ اور روس ہوتے، لیکن ان کا کردار وہی ہوتا۔

چنانچہ یہ اسی طرح ممکن ہے کہ ہم یہ سمجھ کر اس کتاب کی تلاوت کریں کہ اللہ تعالیٰ آج ہم سے کلام فرما رہا ہے۔ اگر ایسا ہو تو اس کے تین نتائج نکلیں گے:

۱- اللہ کی کتاب کا جو مقام ہونا چاہیے، ہمیں اس کا صحیح شعور اور ادراک حاصل ہوگا۔ جو چیز صرف برکت کا ذریعہ بن گئی ہے، لیکن ان لوگوں کے لیے ایک زندہ کتاب تھی، وہ ہمارے لیے بھی ایک زندہ کتاب بن جائے گی۔

۲- اس کی تلاوت کے جو حقوق ہیں وہ بھی ہم ادا کریں گے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ تلاوت اس طرح کی جائے جس طرح تلاوت کرنے کا حق ہے۔

۳- اس کی ہر بات اپنے حالات، اپنی کیفیات اور واردات قلبی سے مربوط اور متعلق نظر آئے گی۔ اس کے پہلے سننے والے وحی کے عمل میں برابر کے شریک تھے۔ اُن کے ذہن میں سوال پیدا ہوتے تھے تو وحی اُتر آتی تھی، مخالفین اعتراض کرتے تھے تو وحی اُتر آتی تھی، اُن کے درمیان کوئی واقعہ پیش آ جاتا تو وحی آ جاتی تھی، جنگ میں ہارتے یا جیتتے تو وحی آ جاتی تھی۔ ان کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وحی ایک بے جان شے نہیں تھی کہ محض اس کو سن لیں یا اس کے صفحات پڑھ لیں بلکہ اُن کے معاشرے کے حالات پر براہِ راست وحی نازل ہوتی تھی۔ ہر چیز اُن کی اپنی تھی' کوئی چیز ان کے لیے غیر اور اجنبی نہیں تھی۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ ہم کو بھی وہی کیفیت حاصل ہوسکتی ہے' لیکن اُسی نوعیت کی کیفیت کا کوئی نہ کوئی درجہ ہمیں حاصل ہوسکتا ہے کہ جب ہم اس کو پڑھیں' تلاوت کریں تو یوں محسوس ہو کہ یہ کتاب آج نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہم سے کلام فرما رہا ہے۔ جب ہم یہ کریں گے تو ایسا کرتے ہی قرآن کے الفاظ میں جان پڑ جائے گی' وہ اٹھ کھڑے ہوں گے' ہمارے دل کو ٹٹولیں گے' ہمارے سامنے سوال لا کر کھڑا کریں گے' آنسو بن کر آنکھوں سے ٹپکیں گے' اور جسم پر رونگٹے بن کر کھڑے ہو جائیں گے۔ تب یہ محسوس ہوگا کہ کتاب تو آج اتر رہی ہے۔ پھر ہمارا انہماک بھی بڑھے گا اور ہم ذوق وشوق اور بڑے اہتمام سے اس کی تلاوت کریں گے۔ اس طرح قرآن ہمارے لیے ایک زندہ کتاب بن جائے گی اور ہمارا اس سے حقیقی تعلّق قائم ہو جائے گا۔

شاید اس کی کوئی مثال دینا تو ناممکن ہے اس لیے کہ کبھی ہم نے اس کا تجربہ نہیں کیا ہے۔ ہم اُس تجربے سے بھی نہیں گزرے جب قرآن نازل ہو رہا تھا' تاہم بات کو سمجھنے کے لیے ایک ناقص مثال دیتا ہوں۔ ۷۵-۱۹۷۰ء میں مجھے کسی سفر کی غرض سے کمیونسٹ چین سے گزرنا پڑا۔ جیسے ہی جہاز سے اتر کر میں امیگریشن والوں کے پاس پاسپورٹ پر مہر لگوانے کے لیے گیا' امیگریشن والے نے مجھ سے کہا کہ کیا آپ نے ماؤزے تنگ کا وہ بیان سنا ہے جو آج ہی دیا گیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں ناواقف ہوں۔ اس پر اُس نے پورا بیان مجھے سنایا۔ اُس کے بعد آگے بڑھا' کسٹم والوں کے پاس گیا۔ اُنھوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے ہمارے چیئرمین ماؤزے تنگ کا بیان پڑھا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے تو نہیں سنا' ابھی کچھ جملے امیگریشن والے نے سنائے ہیں۔ اُس نے پھر مجھے پورا بیان پڑھ کر سنایا اور سوٹ کیس پر نشان لگا دیا۔ اس کے بعد ہم ہوٹل جانے کے لیے بس میں سوار ہوئے تو خاتون کنڈکٹر کھڑی ہوگئیں اور پوچھا کہ کیا آپ لوگوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماؤزے تنگ کا تازہ بیان پڑھا یا سنا ہے؟ اور مجھے ایک بار پھر اس کو سننا پڑا۔ ہوٹل میں داخل ہوئے تو استقبالیہ پر جو خاتون نام درج کر رہی تھیں' انھوں نے کہا کہ کیا آپ نے ہمارے چیئرمین ماؤزے تنگ کا بیان سنا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں اب تو کئی دفعہ سن چکے ہیں مگر اس نے پھر سنایا۔ کمرے میں خادمہ چائے لے کر آئی تو اس نے بھی یہی پیغام سنایا۔ صبح آنکھ کھلی تو ہوٹل کے ملازمین جگہ جگہ گروہ بنائے بیٹھے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں ایک لال کتاب تھی اور وہ اس کی تلاوت کر رہے تھے۔ میرے دوست نے کہا کہ یہاں پر جب ہسپتال میں کوئی بیمار ہوتا ہے' تو اس کے سینے پر یہی لال کتاب رکھی جاتی ہے۔

مجھے تھوڑی دیر کے لیے خیال آیا کہ کوئی زندہ چیز ہو تو معاشرے کا اس سے کیا تعلق ہوتا ہے' اور تلاوت آیات کا لفظ جب قرآن استعمال کرتا ہے' یتلوا علیھم ' اُس کی شاید یہی کیفیت ہوتی ہوگی۔ دن رات اس کا ذکر اور تلاوت ہوتی ہوگی' ہر ملنے والا دوسرے کو بتایا کرتا ہوگا کہ آج تو ہمارے نبیؐ پر یہ وحی نازل ہوئی ہے' آج ہمارے اللہ نے آسمان سے یہ اعلان فرمایا ہے' آج اللہ نے یہ ہدایت فرمائی ہے' اور آج اس واقعے پر اللہ تعالیٰ نے یوں تبصرہ فرمایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں نقشہ کھینچ رہا ہوں۔ پتا نہیں یہ کس قدر درست ہوگا' ہوسکتا ہے کہ اس سے بھی کئی گنا صحیح ہو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ شاید معاشرے کا اور انسانوں کا اس کتاب کے ساتھ ایسا ہی زندہ تعلق اور کیفیت ہوتی ہوگی' جس کی ایک جھلک میں نے آپ کو دکھائی ہے۔

جب قرآن میں جان پڑ جائے گی تو اس کے کردار بھی زندہ ہو جائیں گے۔ اُس کے مومن' قوی مومن اور ضعیف مومن' اُس کے صفوں میں چلنے پھرنے والے منافق' اُس کے الفاظ میں حرکت کرنے والے کافر اور مشرک' اُس سے مجادلہ کرنے والے مدینہ کے یہودی اور نجران کے عیسائی' یہ سب کے سب بھی زندہ ہو جائیں گے۔ نام بدل جائیں گے' لباس بدل جائیں گے' زبان بدل جائے گی لیکن کردار وہی رہیں گے' اور وہی کردار ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب آدمی قرآن مجید کو زندہ کتاب سمجھ کر اُس کے مشن کو لے کر اُس پر عمل کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے تو پھر اس کو طائف و بدر' احد اور حنین کے یہودی' مہاجرین اور انصار سب سے مختلف روپ میں' مختلف الفاظ میں' مختلف زبانوں میں سابقہ پیش آئے گا۔ اس بات کو سید مودودیؒ ''سلوکِ قرآنی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

قرآن کا صحیح مقام

اگر یہ اللہ کا کلام ہے تو سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ پھر ہماری نظروں میں اس کا کیا مقام ہونا چاہیے۔ اور ہمیں اس کی عظمت اور حقیقت کو کیا سمجھنا چاہیے؟ اس لیے کہ اگر ہم اس کا صحیح مقام اور صحیح حیثیت سمجھیں گے تب ہی ہم اس کی تلاوت کے حقوق اور آداب و شرائط کو پورا کریں گے۔ جس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو' اس کو آدمی اُٹھا کر ایک کونے میں ڈال دیتا ہے' کوئی وقعت نہیں دیتا ہے' طاق میں سجا دیتا ہے' لیکن جس کی جتنی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے اس کو اتنا ہی اپنے سینے سے لگا کے رکھتا ہے' اس کی محبت میں مرتا ہے' اور اس کے پیچھے اپنے آپ کو لگا دیتا ہے۔

میں مختصراً اس کتاب کا تعارف کراؤں گا تاکہ ہمیں اندازہ ہو سکے کہ اس کتاب کا کیا مقام ہے!

یہ کتاب ہمارے رب کے اُس وعدے کی تکمیل ہے' جو انسان کو اُس نے دُنیا میں بھیجتے ہوئے کیا تھا' فرمایا تھا:

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ [البقرہ ۲:۳۸]

پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمھارے پاس پہنچے' تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے' ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت آدم علیہ السلام کو آزمایش میں ڈالا گیا' انھیں ان کمزوریوں سے آگاہ کر دیا گیا جن کمزوریوں کے ساتھ انھیں دنیا کی زندگی گزارنا تھی۔ وہ کمزوریاں تھیں: غفلت' بھول' ارادے کی کمزوری اور شیطان کے بہلاوے کا شکار ہو جانا۔ حضرت آدم علیہ السلام کمزور اور ضعیف مخلوق تھے۔ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ○ [النساء ۴:۲۸] ''اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے''۔ پہلی آزمایش میں جب پھسل گئے تو لازماً پریشانی ہوئی ہوگی' خوف ہوگا اور غم ہوگا کہ آگے کیا ہوگا۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کے لیے ہی پیدا کیا گیا تھا اس لیے تسلی اور سہارے کی بارش ان الفاظ میں ہوئی' کہ تمھیں میری طرف سے ہدایت آتی رہے گی۔ جو اس ہدایت کے پیچھے چلے گا وہ غم سے نجات اور چھٹکارا پائے گا۔

قرآن ہی وہ کتاب ہے جو خیر و شر کی کش مکش میں جس پر اس پوری زندگی کے آخری انجام کا انحصار ہے' سہارا ہے' ہتھیار ہے' پناہ گاہ ہے' اور محفوظ اور سیدھا راستہ ہے جو کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ یہ خود بخود چلنے والا راستہ ہے۔ خود بخود چلنے والے راستے کا تصور تو نہیں ہوتا' لیکن دنیا میں خود بخود چلنے والے زینے تو ضرور پائے جاتے ہیں' لہٰذا خود بخود چلنے والے راستے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ آدمی قرآن کو تھام کر کھڑا ہو جائے تو راستہ خود بخود ہی مل جاتا ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جو زندگی کی کش مکش میں جب حوصلے ٹوٹتے ہیں' ہمتیں پست ہوتی ہیں' قدم لڑکھڑاتے ہیں' خوف گھیر لیتا ہے' اندھیرا چھا جاتا ہے' آگے بڑھ کے ان سب اندھیروں کو کاٹ کے رکھ دیتی ہے' اور آدمی کو اپنے مقام پر قائم کر دیتی ہے۔ پھر آپ دیکھیں کہ یہی وہ کتاب ہے کہ جو روشنی اور نور ہے۔ بار بار کہا گیا ہے کہ تمھارے رب کی طرف سے تمھاری طرف نور آیا ہے۔ جہاں نور آئے وہاں اندھیرا ٹھیر نہیں سکتا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اندھیرا ٹھیر جائے۔ لہٰذا دل کے اندر اندھیرے ہوں' یا اخلاق پر اندھیرے چھائے ہوئے ہوں یا معاشرے کے اندر اندھیروں کا راج ہو' ان سب اندھیروں کو چھانٹ کے اُجالا کرنے کا کام یہی کتاب کرتی ہے۔ فطرت کے بھولے بسرے سبق یاد دلاتی ہے۔ اسی لیے اس کا نام ذکر بھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُس کی عظمت اور منزلت کا عالم یہ ہے کہ کتاب خود کہتی ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

[الحشر ۵۹:۲۱]

اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اُتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔

تم دیکھتے کہ پہاڑ اللہ کے آگے جھک جاتے' پھٹ پڑتے اور شق ہو جاتے اور پہاڑ اس کو سہار نہ سکتے' لیکن یہ انسان کا ہی حوصلہ ہے' کہ وہ اسے پڑھتا ہے اور پھر اس کے بعد بھی نہیں پھٹتا' اس کا دل نرم نہیں پڑتا' آنسو آنکھوں کے راستے نہیں بہتے' نہ اس کے اخلاق پر اثر پڑتا ہے اور نہ اعمال ہی پر۔ کیا عجب حوصلہ ہے انسان کا!

ظاہر ہے کہ جس اللہ کا یہ کلام ہے' جس کے ایک جلوے سے پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا' واقعی اگر یہ اس کا کلام ہے تو پھر پہاڑ کیسے ٹھیر سکتے تھے' لیکن انسان کی فطرت ہے کہ اس پر غفلت کے پردے پڑ جاتے ہیں' وہ اپنے رب سے حجاب میں آجاتا ہے۔ اُس کا کلام سنتا بھی ہے' تو اُس سے اثر نہیں لیتا۔

یہی وہ کتاب ہے جو انسان کو اپنے رب اور مالک سے معرفت اور قربت عطا کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ جس نے پیدا کیا وہ کیسا ہے' اس سے تعلق کیسا ہو؟ صرف یہی کتاب بتاتی ہے۔ پوری کتاب اللہ ہی کے ذکر سے بھری ہوئی ہے' اللہ کیسا ہے؟ اُس کو کیا پسند ہے' پسند پر چلنے والوں سے دنیا میں کیا سلوک کرتا ہے اور آخرت میں کیا کرے گا' ناپسندی کی راہ اختیار کرنے والوں سے دنیا میں کیا سلوک کرتا ہے اور آخرت میں کیا کرے گا--- آپ غور کریں تو قرآن کی کوئی آیت اس کی تعریف سے باہر نہیں ہوگی۔ اس لیے قرآن مجید پر تو زیب لنساء کا فارسی میں وہ شعر صادق آتا ہے' جس کا ترجمہ یہ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تو اپنے کلام میں اس طرح چھپا ہوا ہوں' جس طرح کہ پھول کی خوشبو پھول کی پتی میں چھپی ہوئی ہے۔ جو مجھے دیکھنے کا اشتیاق رکھتا ہو وہ مجھے میرے کلام سے دیکھ لے۔ اور تو کوئی چیز دیکھنے کی نہیں۔

ہماری نظریں خدا کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ وہ نظروں میں سما نہیں سکتا' لیکن اپنا کلام اُس نے ہمارے ہاتھ میں تھما دیا ہے۔ وہ کلام غیر مخلوق ہے لیکن کتاب غیر مخلوق نہیں۔ وہ ہمارے ہاتھ میں ہے اور اُس سے معرفت اور قرب کا واحد ذریعہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ [یونس ۱۰:۵۷-۵۸]

لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔ اے نبی ﷺ، کہو کہ "یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اُس نے بھیجی' اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے' یہ اُن سب چیزوں سے بہتر ہے جنھیں لوگ سمیٹ رہے ہیں"۔

ہماری عیدین ہمارے تہوار ہیں' ان مواقع پر اللہ نے جشن منانے کا حکم دیا ہے' یہ اسی کتاب کی مناسبت سے ہے۔ پہلا اس کتاب کے نزول کے آغاز' اور دوسرا اس کے اتمام کی سالگرہ ہے۔ ایک عید ہم اُس وقت مناتے ہیں جب کتاب نازل ہوئی تھی' اور دوسری تب جب اس نعمت کا اتمام ہوا تھا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ [المائدہ ۵:۳]

میں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تمھارے لیے اسلام کو تمھارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔

ہماری تو ساری خوشیاں' جشن اور مسرت اور شادیانے جو ہم بجاتے ہیں' لباس پہنتے ہیں' کھانا کھاتے ہیں' وہ سب کا سب اسی کتاب کی نسبت سے ہے۔

تلاوت کا مفہوم

قرآن مجید کے ساتھ ہمارا تعلق کیا ہونا چاہیے؟ اس کو ہمیں کیسے پڑھنا چاہیے؟ اس کے لیے قرآن مجید نے ایک ہی لفظ استعمال کیا ہے اور وہ ہے تلاوت۔ ہم مطالعہ قرآن اور اس طرح کے بہت سے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ میں قرآن کے اتباع میں اسی اصطلاح کو استعمال کر رہا ہوں' اگرچہ مطالعہ قرآن کے آداب و شرائط بھی عنوان بنا سکتا تھا۔

تلاوت کے لفظ سے عام طور پر یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ آدمی سپارہ اٹھائے' قرآن اُٹھائے اور پڑھے' یا نماز میں کھڑا ہو کر تلاوت کرے۔ لیکن تلاوت کا لفظ عربی زبان میں' جس مادے سے نکلا ہے' ت ل و سے' اس کے معنی ہیں پیچھے آنا۔ پڑھنا تو ایک ثانوی عمل ہے۔ آپ غور کریں گے تو دیکھیں گے' پڑھنا تو ایسے ہے کہ ایک حرف کے بعد دوسرا حرف آئے' ایک لفظ کے بعد دوسرا لفظ آئے' ایک آواز کے بعد دوسری آواز آئے۔ اگر حروف کو اُلٹ پلٹ دیں' الفاظ کو اُلٹ پلٹ دیں' جملے اُلٹ پلٹ دیں تو کوئی بات سمجھ نہ آئے گی۔ ایک کے بعد دوسرے کا آنا بھی پڑھنے کا اور سمجھنے کا عمل ہے۔ لیکن اس کے معنی کے اندر بڑی وسعت ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ دل و دماغ اس کے پیچھے لگ جائیں' زندگی بھی اس کے پیچھے لگ جائے اور قدم بھی اس کے پیچھے اٹھیں۔ وہی امام ہو' وہی نور ہو' وہی ہدایت ہو' وہی راہ نما ہو۔ آدمی پڑھے تو اُس کا دل بھی اُس کے اندر جذب ہو جائے' آنکھیں بھی اس کے اندر جذب ہو جائیں۔ زندگی کا کوئی گوشہ' کوئی پہلو تلاوت کے اثر سے خالی نہ رہے۔ تلاوت کے اس عمل سے' جب زبان الفاظ پڑھے گی تو آنکھیں بہنے لگیں گی' جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے' دل بھی کانپ اُٹھے گا'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمل بھی بدل جائے گا اور سوچ میں بھی انقلاب آ جائے گا۔ یہ سب کچھ جب اس کے پیچھے لگ جائیں، تو یہ تلاوت کا عمل ہوگا۔ اس تلاوت کے نتیجے میں تبدیلی آتی ہے۔

انسان تو ایک بہت نامعلوم سی چیز ہے، ایک زمانہ تھا کہ وہ نا قابل ذکر شے تھا۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ○ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ [الدھر ۷۶:۱-۲]

''کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا؟ ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اُسے سننے اور دیکھنے والا بنایا''۔

اگر انسان اپنے آپ کو قرآن کی آغوش میں ڈال دے، سپرد کر دے تو وہ اس کو بالکل بلندیوں پر پہنچا سکتا ہے۔ اسی چیز کو حدیث میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے کہے گا کہ قرآن پڑھتا جا، اور اُوپر چڑھتا جا، سہولت کے ساتھ، آسانی کے ساتھ۔ لہٰذا اگر اپنے آپ کو قرآن مجید کے سپرد کر دیا جائے تو عظمت و سربلندی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

تلاوت کی شرائط

تلاوت کے حقیقی مفہوم تک پہنچنے کے لیے کچھ شرائط اور کچھ آداب ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو مختصراً آپ کے سامنے بیان کروں۔ یوں سمجھیے کہ یہ زادِ سفر ہے۔

۱- اس میں پہلی چیز یہ ایمان ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اللہ کا کلام ہونے پر ایمان تو سب مسلمانوں کا ہے، لیکن اس ایمان کے کچھ مزید عملی تقاضے بھی ہیں جن کے بغیر ایمان ادھورا اور نامکمل ہے۔ اس ایمان کے بغیر یہ کتاب ہدایت اور رہنمائی کا کام نہیں کرتی۔ یہ ایمان سب کے لیے ضروری ہے، رسول کے لیے بھی ایمان رکھنا ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط [البقرہ ۲:۲۸۵]

''رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول کے ماننے والے ہیں' اُنھوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کیا ہے''۔

اس تفصیل میں جانے کی یہاں ضرورت نہیں ہے کہ بغیر ایمان کے ہدایت کیوں حاصل نہیں ہوسکتی۔ یہ فلسفہ اور منطق کے مسائل ہیں جو اس وقت میرا موضوع نہیں۔ ان سب کا جواب بھی دیا جاسکتا ہے۔ بہرحال پہلی چیز ایمان ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اسی ایمان کے بعد ہی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے آدمی اس کتاب کے لیے محنت کرنے کو تیار ہوتا ہے' اور جو تعلّق' شوق اور اضطراب ہونا چاہیے' جو بے چینی ہونی چاہیے' وہ حاصل ہوتی ہے۔ جس کو آدمی اپنا خالق سمجھتا ہو' جس کی رحمت کا اُس کو یقین ہو' جس کی محبت کے اندر وہ غرق ہو' یہی احساس کہ اُسی کا نامہ اور خط میرے پاس آیا ہے' وہ ساری کیفیات پیدا کرتا ہے' جو کہ اس کتاب کے ساتھ تعلّق کے نتیجے میں پیدا ہونی چاہییں۔

۲- دوسری چیز نیت کا اخلاص ہے۔ اس نیت کے علاوہ کہ اللہ سے ہی رہنمائی لینی ہے' اللہ سے قریب ہونا ہے' اللہ کی معرفت حاصل کرنا ہے' کوئی اور نیت قرآن کے بارے میں صحیح نہیں ہوسکتی۔ کوئی اور نیت ہوگی تو وہ گمراہ بھی کر دے گی۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ کتاب ہدایت گمراہ بھی کر دیتی ہے۔

فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ط [ابراھیم ۱۴:۴]

''اللہ جسے چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے''

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا لا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ط [البقرہ ۲:۲۶]

''اللہ ایک ہی بات سے بہتوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور بہتوں کو راہِ راست دکھا دیتا ہے''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلاوت کے لیے شرائط تو اور بھی ہیں لیکن نیت کا خالص ہونا بنیادی شرط ہے۔

۳- تیسری چیز حمد اور شکر ہے۔ اس لیے کہ جو عظیم الشان خزانہ اور نعمت اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں میں تھمائی ہے' ہمارے سپرد کی ہے' اس پر ہمارا دل حمد اور شکر کے جذبات سے لبریز ہونا چاہیے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ۚ [الاعراف ۷:۴۳]

اور وہ کہیں گے کہ ''تعریف خدا ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا' ہم خود راہ نہ پا سکتے تھے اگر خدا ہماری رہنمائی نہ کرتا''۔

حمد اور شکر سے ہی سارے دروازے کھلتے ہیں۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ [ابراھیم ۱۴:۷]

''اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا''

اور جس کو قدر ہی نہ ہو کہ کیا مل رہا ہے' اس کے لیے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ دروازے اُسی کے لیے کھلیں گے' اُسی کو ملے گا جس کو قدر ہوگی' جو شکر کرے گا۔ شکر کا حق ادا نہیں ہو سکتا بلکہ کسی بھی چیز کے شکر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو نعمت سب سے بڑی نعمت ہو' جو اس عارضی اور فانی دنیا کو لافانی زندگی میں تبدیل کر سکتی ہو' اس کا شکر بجا لائیں تو کیسے بجا لائیں! اس فانی زندگی کی کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا کرنا محال ہے۔ کوئی آدمی اگر چاہے کہ ہاتھ پاؤں کا حق ادا کر دے' حق ادا نہیں کر سکتا' اور جو کتاب اس ہاتھ پاؤں کو ہمیشہ کے لیے قائم کر دے گی' اس کتاب کا شکر کیسے ادا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

۴- چوتھی چیز یہ اعتماد ہے کہ جو چیز بھی اس کتاب میں ہے' صحیح ہے' وہی میرے لیے نافع ہے' اسی میں میری بھلائی ہے' اسی میں خیر ہے۔ ریب [شک] اور تذبذب' یہ دو مرض کینسر کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح کتاب کے ساتھ تعلق کو تباہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی شک یا تذبذب میں مبتلا ہو تو وہ اس کتاب سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ قرآن نے بار بار ایسے لوگوں کی نفی کی ہے اور اسی لیے آغاز اس طرح کیا ہے کہ لَا رَیبَ فِیہِ اس بات میں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' کوئی شک نہیں ہے۔ جس کو اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں یا اس کی کسی بھی بات میں ذرا بھی شک ہو' اس کے لیے یہ کتاب ہدایت نہیں ہے۔ جس میں تردد پیدا ہو گیا' وہ بھی اس کتاب سے ہدایت نہیں پا سکتا۔

۵۔ پانچویں چیز اطاعت ہے' یعنی انسان قرآن کے مطابق اپنے اندر تبدیلی اور تغیّر لائے۔ لیکن آدمی جب اطاعت کرے گا تو اس سے گناہ بھی ہوں گے' نافرمانیاں بھی ہوں گی' آدمی پھسل بھی جائے گا' لیکن پہلے سے خودسپردگی کی کیفیت کہ جو یہ کتاب کہے گی' وہ میں کرنے کی کوشش کروں گا' آدابِ تلاوت میں سے ہے۔ یہ کتاب نکتہ آفرینی یا ذہنی عیاشی کے لیے نہیں ہے۔ یہ کتاب تو شروع سے لے کر آخر تک عمل' کوشش اور محنت اور جدوجہد کے لیے آئی ہے۔ یہ کتاب تو آئی ہی اسی لیے ہے کہ انسان اس کے پیچھے چلیں' اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیں۔ یٰـیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ط [مریم ۱۹:۱۲] ''اے یحییٰ' کتابِ الٰہی کو مضبوط تھام لے''۔ پھر اسی کا چرچا کریں' اسی کے پیچھے چلیں اور قرآن کے مطابق اپنے اندر تبدیلی اور تغیّر لائیں۔ یہ اطاعت کا بنیادی تقاضا ہے۔

۶۔ چھٹی چیز یہ ہے کہ اس کتاب سے فائدہ اٹھانے میں جو خطرات لاحق ہوں ان سے بچنے کے لیے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو۔ شیطان تو گھات لگا کر بیٹھے گا۔ اس نے کہا ہے کہ دائیں سے آؤں گا' بائیں سے آؤں گا' آگے سے آؤں گا' پیچھے سے آؤں گا' اور اس طریقے سے' جسے یہ کتاب لے کر آئی ہے' جو لوگ اس پر چلنا چاہیں گے اُن کو ہٹانے کی کوشش کروں گا۔ ایسے میں پھر کون پناہ دے سکتا ہے' کون سہارا دے سکتا ہے' کس کے پاس فصیل اور قلعہ ہے جس میں ہمیں پناہ مل سکتی ہے سوائے اس کے کہ جس نے اس کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو اُتارا ہے۔ اس لیے قرآن کہتا ہے کہ جب کتاب پڑھو تو پہلے اللہ کی پناہ مانگ لو۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○ [النحل ۱۶:۹۸]

پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔

قرآن پڑھنے کے لیے یہ حکم اسی بات کے پیش نظر آیا ہے۔ یہ زندگی کے لیے بڑی نازک اور اہم جستجو اور سفر ہے اور اس سفر میں بڑے خطرات ہیں۔ ان خطرات کا احساس' اُن کا ادراک اور شعور ضروری ہے اور اُن سے بچنے کے لیے تعوذ پڑھنا ناگزیر ہے۔

یہ چھ چیزیں بنیادی لوازمات کی حیثیت رکھتی ہیں' اور اس کتاب کے لیے زادِ سفر ہیں اور ناگزیر ہیں۔ یہ ظاہری آداب تھے۔ اس کے بعد کچھ باطنی آداب ہیں۔

باطنی آداب

ہماری شخصیت کے دو حصّے ہیں۔ ایک ظاہری ہے اور دوسرا باطنی۔ ایک جسم اور ہاتھ پاؤں ہیں' اور دوسری اندرونی شخصیت ہے۔ یہ ہمارا دل اور قلب ہے۔ اس کو قرآن مجید نے قلب سے تعبیر کیا ہے۔ اس قلب کو تلاوت کے عمل میں شریک کیا جائے۔ یہ نہیں کہ آدمی زبان سے پڑھتا جائے اور دل کہیں اور گھوم رہا ہو۔ وہ کیا چیزیں ہیں جن سے دل بھی اس تلاوت کے عمل میں شریک ہوسکتا ہے؟ اب میں ان کا تذکرہ کروں گا۔

۱۔ خود اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ذکر فرمایا ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے والوں پر اس کے اثرات اور تجلیات مرتب ہوتی ہیں۔ اُن کو آپ ایک لحظے اور ایک لمحے کے لیے تازہ کرلیں۔ یہ تلاش کرنا آپ کے لیے مشکل نہیں ہے۔ اس حوالے سے قرآن کی بہت سی آیات ہیں۔ سورہ الانفال میں ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو دل کانپ اُٹھتے ہیں' اور جب کلام پڑھا جاتا ہے تو ایمان بڑھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ سورہ المائدہ میں ہے کہ جب وہ کلام سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ سورہ الزمر میں ہے کہ جب کتاب پڑھی جاتی ہے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں' کھالیں نرم پڑ جاتی ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل میں ہے کہ لوگ جب اس کو پڑھتے ہیں تو روتے ہوئے سجدوں میں گر جاتے ہیں' اور اُن کے خشوع میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ سورہ مریم میں بھی اس طرح کی آیات ہیں۔ جگہ جگہ اس طرح کے موضوعات ہیں۔ اگر تلاوت سے پہلے ان کو سامنے رکھا جائے اور ایک لمحے کے لیے آدمی یہ ذہن میں تازہ کرلے کہ قرآن کو پڑھنے والے ایسے تھے اور ان کی یہ کیفیت ہوتی تھی تو بہت مفید ہے۔ اگر ایسا نہ ہو سکے پھر بھی ان کیفیات کو اپنے اُوپر طاری کرنے کی کچھ کوشش کرنی چاہیے۔ یہ سوچنا چاہیے کہ اگر میں اس راستے پر آگے بڑھوں تو مجھے بھی ایسا کرنا چاہیے۔

۲- یہ سوچا جائے کہ اللہ میرے سامنے ہے' اُس کے سامنے بیٹھ کر میں قرآن پڑھ رہا ہوں اور یہ اُس کی کتاب ہے۔ قرآن مجید میں بار بار یہ حکم بھی آیا ہے کہ اُس کے سامنے کھڑے ہو کر بار بار تلاوت کرو۔ جس طرح بچہ اُستاد کے سامنے جو نگرانی کر رہا ہو' کھڑے ہو کر پڑھتا ہے تو اور ہی کیفیت ہوتی ہے' اور تنہائی میں پڑھتا ہے تو اور کیفیت ہوتی ہے۔ عبادت میں احسان کی منزل بھی یوں ہی حاصل ہوتی ہے کہ آدمی اس طرح بندگی کرے کہ گویا اللہ اس کے سامنے ہے اور وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ لیکن یہ تو اللہ کی کتاب کا معاملہ ہے۔ یہ سب سے بڑی عبادت ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت نماز میں کی جائے۔ اس طرح کے بے شمار احکام قرآن میں دیے گئے ہیں' اور اللہ کا ذکر تو قرآن میں سب سے بڑھ کر ہے۔

یہ احساس کہ میں اللہ کے سامنے ہوں' مستحضر ہونا چاہیے۔ قرآن کی آیات گواہ ہیں کہ تم کہیں بھی ہو ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا [الطور ۵۲:۴۸] ''تم ہماری نگاہ میں ہو''۔ میں ہر بات سن رہا ہوں۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ [قٓ ۵۰:۱۶] ''ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں''۔ اگر دو ہوتے ہیں تو میں تیسرا ہوتا ہوں۔ تین ہوتے ہیں تو میں چوتھا ہوتا ہوں' کم ہوں یا زیادہ میں ساتھ ہوتا ہوں۔ تنہائی میں بیٹھے ہوں یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجلس میں' یا درس ہو رہا ہو' میں موجود ہوتا ہوں۔ یہاں تک کہ کوئی بھی کام کرتے ہو' قرآن پڑھتے ہو' ہم وہاں موجود ہوتے ہیں۔ یہ چیز ذہن میں اسی طرح تازہ رہنی چاہیے۔

۳- ہم یہ سوچیں کہ ہم اس کلام کو اللہ سے سن رہے ہیں' چاہے یہ بہت اونچا درجہ اور مقام ہو۔ امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ نے کہا کہ پہلے میں اس کتاب کو ایسے ہی پڑھتا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ میں اس کو محمد رسول اللہ ﷺ سے سن رہا ہوں' تو میرے مزے اور کیفیت میں اضافہ ہو گیا۔ پھر میں نے سوچا کہ میں تو اس کو جبریل علیہ السلام امین سے سن رہا ہوں' تو پھر یہ کیفیت اور دوبالا ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے فرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے خود موجود ہوں' وہ میرے ساتھ ہی ہیں' وہی مجھے سنا رہے ہیں' وہی اس کتاب کو نازل کر رہے ہیں' اس کے بعد میرا مزا اور لطف' میری کیفیت کا کوئی اندازہ نہ رہا۔ اس کیفیت کی جتنی بھی کوشش کریں کہ حاصل ہو جائے' کم ہے۔

۴- یہ احساس ہو کہ جو بھی کہا جا رہا ہے' اس کا ہر لفظ میرے لیے ہے۔ اگر اہل ایمان سے خطاب ہو رہا ہے تو بھی' اور اگر منافقین سے ہو رہا ہے یا کافروں سے ہو رہا ہے تو بھی ہمارے لیے ہے کہ ہم ایسے نہ بنیں۔ گویا ہر لفظ میرے لیے ہے۔ اگر ایک ایک حصّے کو کاٹ کر الگ کرنا شروع کر دیا کہ یہ مہاجرین کے لیے ہے میں تو مہاجر نہیں ہوں' یہ انصار کے لیے ہے میں تو انصار نہیں ہوں' یہ یہودیوں کے لیے ہے میں تو یہودی نہیں ہوں' تو ساری کتاب کا ستیاناس ہو جائے گا۔ یہ سمجھنا چاہیے کتاب کا ہر لفظ میرے لیے ہے۔

۵- کتاب جب آدمی پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے گفتگو اور مکالمہ کرتا ہے۔ ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سورۃ الفاتحہ میرے اور بندے کے درمیان برابر تقسیم ہے۔ جب بندہ کہتا ہے کہ **الحمدللہ** تو میں کہتا ہوں کہ بندے نے میری حمد بیان کی ہے۔ جب بندہ **الرحمٰن الرحیم** کہتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ بندے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے میری ثنا کی ہے۔ جب بندہ کہتا ہے کہ **مالك يوم الدين** تو میں کہتا ہوں کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے۔ اس کے بعد جب وہ کہتا ہے کہ **ایاك نعبد وایاك نستعین**' اب میرے اور بندے کے درمیان معاہدہ ہو گیا' جو کچھ بھی مانگے گا میں اُس کو دوں گا۔ اُس کے بعد بندہ کہتا ہے کہ **اهدنا الصراط المستقیم**' اے اللہ تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بندہ قرآن مجید پڑھتا ہے' تو وہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرتا ہے' مکالمہ کرتا ہے' اور یہ گفتگو آدمی اور اللہ کے درمیان چلتی رہتی ہے۔

ظاہری آداب

یہ تو وہ چیزیں ہو گئیں جو اندرونی طور پر دل کو شریک کرنے کے لیے بہت مفید ہو سکتی ہیں۔ تھوڑا تھوڑا جس قدر بھی بس میں ہو' ہم عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد کچھ ظاہری افعال بھی ہیں۔

جب کلام پڑھا جاتا ہے اور ہم سنتے ہیں کہ کوئی بات ہم سے کہی جا رہی ہے' کوئی ہم سے مکالمہ کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے میرے بندے' اے میری بندی اس کو سنو۔ جب ہم سے کہا جا رہا ہے تو پھر اس بات کا جواب بھی دیا جانا چاہیے۔ کوئی گونگا یا بہرا ہو گا تو جواب نہ دے گا' یا اندھا ہو گا جسے دکھائی نہ دے گا۔ قرآن نے خود کہا ہے کہ یہ لوگ اندھوں اور بہروں کی طرح قرآن سے گزر جاتے ہیں' ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن گوشت پوست کے انسان سے اُس کا محبوب' اُس کا رب' اُس کا مالک کلام کر رہا ہو اور اُس کا کوئی جواب اُس کی طرف سے نہ ہو۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔

دل کا جواب یہ ہے کہ اس پر وہی کیفیت طاری ہو جائے' جو کیفیت اس کلام کے اندر موجود ہے۔ زبان کا جواب یہ ہے کہ آیات سننے کے بعد ان کا جواب دیا جائے۔ بہت ساری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیات پر تو نبی کریم ﷺ نے خود تعلیم دی ہے کہ جب وہ آیات پڑھی جائیں تو ان کا جواب دیا جائے۔ اگر آیت پڑھی جائے:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ○ [التین ۹۵:۸]

''کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں؟''

آدمی کہے: بلٰی' کیوں نہیں۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ [الرحمٰن ۵۵:۱۵]' سنے تو بھی جواب دینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس طرح کی اور بہت ساری آیات ہیں۔

یہ پہلو تو آیات کا جواب دینے کا ہے۔ لیکن جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے رات کی نماز میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی تلاوت قرآن کا انداز یہ تھا کہ اگر کہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر آتا تو آپ ﷺ سبحان اللہ کہتے' کہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر آتا تو الحمدللہ فرماتے' کہیں اُس کی نعمتوں کا ذکر آتا تو آپ ﷺ رک کر اس کا سوال فرماتے' اور اُس کو مانگتے' اور کہیں اس کے عذاب کا ذکر آتا تو آپ ﷺ اس پر پناہ مانگتے۔ آپ ﷺ ہر چیز کا فوراً جواب زبان سے دیا کرتے۔

تلاوت آیات پر آنکھیں بھی جواب دیتی ہیں۔ اس کلام کی عظمت کا احساس ہو تو دل نرم پڑنے چاہییں' اور دل نرم پڑیں تو آنکھوں میں نمی آنی چاہیے۔ اس لیے حدیث ہے کہ قرآن پڑھو تو روؤ' رو نہ سکو تو رونے کی کوشش کرو اور اگر ہو سکے تو اس کیفیت کو طاری کرو۔

قرآن کا ادب اور تعظیم ضروری ہے' اس میں قبلہ رو بیٹھنا' وضو کرنا' سر جھکا کر پڑھنا' یہ سب باتیں شامل ہیں۔ لیکن اس ادب کو اس حد تک نہ بڑھایا جائے کہ تلاوت کو ہی ترک کر دے' مثلاً یہ کہ وضو نہیں ہے اور بغیر وضو کے تلاوت نہیں ہو سکتی۔

تلاوت کے بہت سارے مدارج ہیں۔ ایک درجہ ترتیل ہے جس کا قرآن نے خود حکم دیا ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً [المزمل ۷۳:۴]'' اور قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھو''۔ مطلب یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھے' سمجھ کر پڑھے' جذب کر کے پڑھے' اچھی طرح پڑھے' لحن کے ساتھ پڑھے اور ذوق اور شوق کے ساتھ پڑھے۔ ترتیل کا اردو یا انگریزی میں ترجمہ نہیں ہوسکتا۔ ترتیل میں یہ سب مفہوم شامل ہیں۔

پاکیزگی بھی ضروری ہے۔ اس کے لیے ہمارے ہاں دینی لفظ طہارت ہے۔ طہارت کے ایک معنی ظاہری طہارت کے ہیں جو فقہ کے احکام سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے دوسرے معنی باطنی طہارت کے ہیں۔ باطنی طہارت یہ ہے کہ دل ان چیزوں سے پاک ہو جو اللہ کو ناپسند ہیں۔ اخلاق ان چیزوں سے پاک ہوں جنھیں اللہ نے ناپسند فرمایا ہے۔ زبان اُن چیزوں سے پاک ہو جو اللہ کو ناپسند ہیں۔ مال ان چیزوں سے پاک ہو جن سے اللہ نے منع فرمایا اور حرام ٹھیرایا ہے۔ غذا اُس لقمے سے پاک ہو جو اللہ کے نزدیک ناپاک ہے۔ یہ بھی پاکیزگی کے معنی ہیں اور جب تک یہ نہ ہو قرآن اپنے دروازے نہیں کھولتا۔

اللہ سے تعلّق بھی بہت ضروری ہے۔ سب کچھ اُس کے ہاتھ میں ہے' اور احادیث کے اندر بے شمار دعاؤں کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان سب دعاؤں کو آپ کتابوں سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اُن کو یاد کر سکتے ہیں اور اُن کو پڑھنے کا اہتمام کر سکتے ہیں۔

قرآن کو سمجھنا بھی اہم ہے۔ یہ آپ نہ سمجھیں کہ سمجھے بغیر قرآن کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ ہوگا تو سہی لیکن پورا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن صرف سمجھنا اور علم ہی کافی نہیں ہے اس لیے کہ بے شمار لوگ ہیں جو بغیر سمجھے بھی قرآن سے بہت کچھ حاصل کر لیتے ہیں' اور بہت سارے لوگ بہت کچھ سمجھنے اور علم حاصل کرنے کے باوجود اس سے کچھ حاصل نہیں کر پاتے۔

آپ نے شاید اپنے گھروں میں یا محلوں کے اندر دیکھا ہو کہ ایسے لوگ جو قرآن کا ایک بھی حرف اور معنی نہیں جانتے' وہ کتاب کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور زار و قطار روتے ہیں اور پڑھتے ہیں اور پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اور وہ جو اس کی لغت اور معانی اور تفسیر کے امام ہوتے ہیں'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ عرب جو اس کی زبان سے پوری طرح واقف ہوتے ہیں' وہ ملحد اور بے دین بھی ہوتے ہیں' اس لیے صرف زبان کا جاننا اور سمجھ لینا کافی نہیں ہے۔ ظاہر ہے اس کے لیے ایمان اور بہت ساری چیزیں ضروری ہیں۔

میں نے تو اندھوں کو بھی دیکھا ہے کہ بے چارہ پڑھنا نہیں جانتا لیکن لائنوں پر انگلی پھیرتا جاتا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کا کلام ہے' دوسرے کلاموں کی طرح کا کلام نہیں ہے' اور نہ دوسری کتابوں کی طرح کی ہی کتاب ہے۔ البتہ سمجھنا بھی ضروری ہے۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ خود قرآن کو سمجھے اور معنی معلوم کرے' اور پھر اس سے آگے بڑھے۔

تلاوت کی مقدار

تلاوت پر گفتگو میں یہ پہلو بھی آتا ہے کہ کتنی کثرت کے ساتھ پڑھے۔

یہ بات تو معلوم ہے کہ قرآن سارے انسانوں کے لیے آیا ہے' کمزوروں کے لیے بھی' قوی اور ضعیف کے لیے بھی' بوڑھوں کے لیے بھی' مردوں اور عورتوں کے لیے بھی۔ سب کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ اگر قرآن کہہ دیتا کہ نہیں اتنا پڑھنا ضروری ہے' تو پھر بڑی مشکل ہو جاتی' لہٰذا جتنا قرآن پڑھنا ضروری اور فرض ہے اس کے لیے اُس نے نمازیں فرض کر دیں۔ پانچ نمازوں میں قرأت ہو جاتی ہے اور قرآن پڑھ لیا جاتا ہے۔ باقی اُس نے کہہ دیا ہے کہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط [المزمل ۷۳:۲۰] ''اب جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو' پڑھ لیا کرو''۔

آپ جانتے ہیں کہ پہلے رات کی نماز فرض تھی۔ آدھی رات کو' اُس سے کچھ زیادہ' اُس سے کچھ کم لوگ کھڑے رہا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں' ہم کو معلوم ہے کہ تم میں مریض بھی ہوں گے' لوگ تلاش معاش میں بھی سرگرم عمل ہوں گے' اور بعض راہ حق میں جہاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے بھی مصروف ہوں گے' اس لیے ان سب کی وجہ سے کہہ دیا کہ اس میں سے جو بھی آسانی کے ساتھ پڑھ سکو پڑھو۔ نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو' اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

کتنا پڑھا جائے اس کا کوئی ایک معیار نہیں۔ اس لیے کہ مختلف لوگوں کے مختلف طریقے رہے ہیں۔ بعض لوگ ایک ماہ میں ایک قرآن ختم کرتے تھے' اسی کے حساب سے پارے بنائے گئے۔ بعض لوگ ایک ہفتے میں قرآن ختم کرتے تھے' اسی کے حساب سے قرآن کی سات منازل ہیں۔ بعض لوگ صرف نمازوں میں پڑھتے تھے' اس لحاظ سے اس کے رکوع بن گئے۔ اس کی کوئی مقدار طے نہیں ہو سکتی کہ کتنا پڑھیں۔

کس وقت پڑھیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت بھی ہو سکے پڑھیں' آنَاءَ لَیل و آنَاءَ النَّھَار ''رات کی گھڑیوں میں بھی' دن کی گھڑیوں میں بھی''۔ جو وقت بھی میسر آ جائے۔ کچھ لوگ اپنی جیب میں بھی قرآن کے مصحف رکھتے ہیں کہ جہاں موقع مل جائے پڑھ لیتے ہیں۔ اگر یاد ہو تو راستہ چلتے ہوئے بھی قرآن پڑھا جا سکتا ہے' سواری میں سوار ہو کر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سوتے ہوئے یا سونے کے بعد اُٹھ کر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ بہت سارے مواقع ہوتے ہیں' لیکن یہ بات قرآن نے خود کہی کہ اس کے لیے پڑھنے کا سب سے بہترین وقت سحر کا وقت ہے۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ○ [بنی اسرائیل ۱۷:۷۸] ''کیونکہ قرآن فجر مشہود ہوتا ہے''۔ رات کو پڑھنے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلاً ○ [المزمل ۷۳:۶] ''درحقیقت رات کا اُٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے''۔ اور ویسے بھی فرمایا گیا ہے کہ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ○' قرآن فجر میں پڑھا جاتا ہے تو فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ فجر کی نماز میں طویل رکعتیں پڑھا کرتے تھے' کم سے کم ۵۰ آیات۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن خواہ کثرت کے ساتھ پڑھا جائے' یا کم پڑھا جائے لیکن کوئی دن ایسا نہ ہونا چاہیے جو تلاوت کے بغیر گزرے۔ قرآن سے مستقل تعلّق قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ نماز کے باہر' بہت تھوڑا پڑھے لیکن باقاعدگی کے ساتھ پڑھے۔ تھوڑا عمل جو باقاعدگی کے ساتھ ہو وہ اللہ کو زیادہ مرغوب اور پسند ہے۔

اللہ مجھے' آپ کو' ہم سب کو صحیح معنوں میں قرآن کی تلاوت کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے والا بنادے۔ آمین!

[ترجمان القرآن، دسمبر ۲۰۰۱ء]

❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیام اللّیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باسمہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا

ماہ رمضان کی ہر رات' اللہ عزوجل کے حکم سے ایک پکارنے والا تین دفعہ پکارتا ہے: کوئی ہے مانگنے والا! جو وہ مانگے گا میں اسے دوں گا۔ کوئی ہے توبہ کرنے والا! میں اس کی توبہ قبول کروں گا۔ کوئی ہے استغفار کرنے والا! میں اس کے گناہ بخش دوں گا۔ کوئی ہے جو قرض دے ایسی ذات کو جو خالی ہاتھ نہیں' خزانوں سے مالا مال ہے' جو اپنے وعدوں کے مطابق پورا پورا عطا کرتی ہے' بغیر کسی کی یا ظلم کے۔

جب شب قدر آتی ہے' تو اللہ عزوجل کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک ہجوم کے ساتھ' نیچے اُترتے ہیں۔ ایک سبز جھنڈا ان کے ساتھ ہوتا ہے' جسے وہ خانہ کعبہ کی چھت پر نصب کر دیتے ہیں' اور اپنے سو (۱۰۰) پروں میں سے وہ دو پر بھی کھول دیتے ہیں جو صرف اسی رات کھولے جاتے ہیں' یہاں تک کہ وہ مشرق سے مغرب تک کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام کے کہنے سے فرشتے اللہ کے حضور کھڑے ہونے والے' بیٹھنے والے' نماز پڑھنے والے' اور ذکر کرنے والے آدمی کو سلام کرتے ہیں' ان سے مصافحہ کرتے ہیں' اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں' یہاں تک کہ فجر ہو جاتی ہے۔

فجر کے وقت' جبرائیل علیہ السلام پکارتے ہیں: اے فرشتو' اب چلو' اب چلو۔ فرشتے کہتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اے جبرائیل! اللہ نے اُمت احمد ﷺ کے مومنین کی حاجتوں کے بارے میں کیا کیا؟ جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں: آج کی رات اللہ نے سب پر نظر رحمت فرمائی ہے' سب کو معاف کر دیا ہے' سب کے گناہ بخش دیے ہیں' سوائے چار آدمیوں کے۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ، یہ کون لوگ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ایک کثرت سے شراب پینے والا' دوسرا اپنے والدین سے قطع تعلق کرنے والا' تیسرے رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنے والا' اور چوتھے دوسروں سے بغض وعداوت اور نفرت رکھنے والا (البیہقی' ابن حبان)

کرم وعطا اور رحمت ومغفرت کا یہ دروازہ رمضان ہی میں نہیں' ہر رات کھولا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر رات' جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے' ہمارا رب تبارک وتعالیٰ دنیا کے آسمان پر اُترتا ہے اور فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھے پکارے' میں اس کی پکار سنوں گا! کوئی ہے جو مجھ سے مانگے' میں اسے عطا کروں گا! کوئی ہے جو مجھ سے استغفار کرے' میں اس کو بخش دوں گا! پھر وہ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے اور کہتا ہے' کون ہے جو اس کو قرض دے جو نہ خالی ہاتھ ہے نہ ظالم! (مسلم' بخاری' مالک' ترمذی)

اللہ' اللہ شان کریمی کا بھی کوئی ٹھکانا ہے! جو غنی ہے وہ محتاجوں کو خود بلاتا ہے' خود ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے' رحمت وبخشش کے سارے دروازے کھول دیتا ہے۔ لیکن راتیں آتی ہیں اور گزر جاتی ہیں' رمضان کی بھی اور دوسری بھی' ہمارے چاروں طرف خزانے برستے رہتے ہیں' ہم آرام سے پاؤں پھیلائے سوتے رہتے ہیں' ہماری جھولیاں خالی ہی رہ جاتی ہیں۔ کیسی بدنصیبی ہے' اور کیسی محرومی! سچ ہے' ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھیے وہ کون ہیں جو شب قدر کے عفو عام سے محروم ہیں: وہ جو دوسرے انسانوں کے حقوق ادا نہیں کرتے' ان کو تکلیف اور ایذا پہنچاتے ہیں' اور ان کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔

○

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ایک رات رسول اللہ ﷺ سخت گھبراہٹ کے عالم میں سوتے سوتے اُٹھے اور فرمایا: سبحان اللہ' رات میں کس قدر خزانے اُتارے گئے ہیں' اور کتنے فتنے! کوئی ہے جو حجرہ والیوں کو جگائے تاکہ وہ نماز پڑھیں۔ کتنی ہی دُنیا میں کپڑے پہننے والیاں ہیں' جو آخرت میں برہنہ ہوں گی (بخاری)۔

رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے لیے بھی اتنا ہی فکرمند ہوتے تھے جتنا اپنے لیے۔

○

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب رات کے وقت ہوتا ہے۔ پس' اگر تم سے ہو سکے کہ رات کے وقت میں اللہ کو یاد کرنے والے بنو' تو ضرور بنو۔ (ترمذی' ابوداؤد)

رات کے سکوت اور تنہائی کے لمحات اپنے رب سے قربت کے لمحات بھی ہیں' قربت حاصل کرنے کا بہترین موقع بھی۔ ''اگر ہو سکے'' میں رخصت تو ہے ہی' زبردست ترغیب بھی ہے۔ یعنی' جو کچھ بھی کر سکو' وہ ضرور کرو۔

○

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب بندہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ پس (سجدہ میں) خوب دُعائیں کرو (مسلم' ابوداؤد' نسائی)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نالہ نیم شبی' اپنے رب کے حضور زمین پر منہ رکھ کے' قبولیت ہی کے لیے ہیں' دل کی زندگی' جذبات کی بالیدگی اور درجات کی بلندی کے لیے بھی اکسیر ہے۔

○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رات کو اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہا۔ اس روز نبی ﷺ بھی وہیں تھے۔ جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ گیا' یا اس سے کچھ کم' تو آپ ﷺ اٹھے' آسمان کی طرف دیکھا اور (سورہ آل عمران کی آخری دس) یہ آیات پڑھیں:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ..... لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ – (بخاری' مسلم)

○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب رات کو تہجد کی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ ، اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ – وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ – وَلَكَ الْحَمْدُ ، اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ – وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ ، وَالنَّارُ حَقٌّ ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ ، فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، اَنْتَ اِلٰهِی ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ، وَلَا حَوْلَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ – (بخاری' مسلم)

اے میرے اللہ' ساری حمد' تعریف اور شکر' تیرے ہی لیے ہے' کہ تو ہی آسمانوں اور زمین کو' اور جو کچھ ان میں ہے ان کو' تھامنے والا ہے۔ اور ساری حمد تیرے ہی لیے ہے' کہ تو ہی آسمانوں اور زمین کا' اور جو کچھ ان میں ہے ان کا' نور ہے۔ اور ساری حمد تیرے ہی لیے ہے' کہ تو ہی آسمانوں اور زمین کا' اور جو کچھ ان میں ہے ان کا' بادشاہ ہے اور ساری حمد تیرے ہی لیے ہے' کہ تو حق ہے' اور تیرا وعدہ سچا ہے' اور تجھ سے ملاقات ہونا ہی ہے' اور تیری بات برحق ہے' اور جنت حق ہے' اور دوزخ حق ہے' اور سارے نبی سچے ہیں' اور محمد ﷺ سچے ہیں' اور قیامت کی گھڑی برحق ہے۔ میرے اللہ! میں پورا تیرا مطیع ہو گیا ہوں' تجھ پر ایمان رکھتا ہوں' سارے کام تیرے سپرد کر دیے ہیں' تیری طرف پلٹتا ہوں۔ تیرے ہی لیے جھگڑتا ہوں' تجھ ہی سے فیصلہ طلب کرتا ہوں۔ پس میرے گناہ بخش دے: وہ جو میں نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے' وہ جو میں نے چھپ کر کیے یا علانیہ کیے' وہ جو مجھ سے زیادہ تو جانتا ہے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے۔ تو ہی پیچھے کرنے والا ہے۔ تو ہی میرا معبود ہے' تیرے علاوہ اور کوئی الٰہ نہیں۔ اللہ علی العظیم کے علاوہ' نہ کسی کے پاس قوت ہے' نہ کسی کے بس میں کوشش۔

○

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رات کو جاگے' اور یہ کلمات کہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ – سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ –

پھر کہے رَبِّ اغْفِرْلِيْ' میرے رب مجھے بخش دے (یا فرمایا' پھر دعا مانگے)' اس کی دُعا قبول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی جائے گی۔ پھر اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول کی جائے گی۔ (بخاری)

○

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک رات رسول اللہ ﷺ تہجد کے لیے کھڑے ہوئے تو ایک ہی آیت پڑھتے پڑھتے صبح کر دی:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (المائدہ ۵:۱۱۸) (ترمذی، ابوداؤد)

○

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

نبی ﷺ جب کوئی نماز پڑھتے تو اسے ہمیشہ پڑھنا پسند کرتے۔ جب کبھی آپ ﷺ نیند کے غلبہ کی وجہ سے، یا درد کی وجہ سے، رات کو نماز نہ پڑھ سکتے، تو دن میں بارہ رکعات پڑھ لیتے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے کبھی پورا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو، یا ساری رات نماز پڑھی ہو، یا سوائے رمضان کے پورے مہینے ہمیشہ روزے رکھے ہوں (مسلم)۔

○

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں: شروع رات میں عشا کے بعد، درمیان میں اور آخر میں (بخاری و مسلم)۔

○

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ آخر رات میں نہیں اُٹھ سکے گا، وہ شروع رات ہی میں وتر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھ لے اور جسے آخر رات میں پڑھنے کا لالچ ہو وہ آخر رات میں پڑھے۔ آخر رات کی نماز مشہور ہے (کہ فرشتے حاضر ہوتے ہیں) اور افضل ہے (مسلم)۔

○

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص نیند کی وجہ سے اپنا پورا وظیفہ یا اس کا کچھ حصّہ پڑھے بغیر سو رہا اور وہ فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے تو یہ ایسے ہی لکھا جائے گا جیسے اس نے رات میں پڑھا ہو (مسلم)۔

○

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے شعبان کے آخری دن تقریر کی اور (اس میں) فرمایا:

رمضان میں جس نے اپنے خادم پر کام کا بوجھ ہلکا کیا اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے آگ سے رہائی دے گا۔

اور اس ماہ میں چار چیزوں کی کثرت کرو: دو وہ جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے اور دو وہ جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ جن دو خصلتوں سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے وہ ہیں: شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور اس سے استغفار۔ وہ دو جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے وہ یہ ہیں: اللہ سے جنت مانگو اور دوزخ سے اس کی پناہ (البیہقی، ابن خزیمہ، ابن حبان)۔

○

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس مال ہو نہ اسباب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں تو مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز ڈھیر ساری نمازیں، روزے اور زکوٰتیں لے کر آئے گا مگر ساتھ ہی اس حال میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا، کسی کو مارا۔ پس (ان مظالم کے قصاص میں) اِس دعوے دار کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، اور اُس دعوے دار کو دے دی جائیں گی، یہاں تک کہ اگر حساب پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں، تو ان (دعوے داروں) کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، اور پھر وہ سر کے بل آگ میں ڈال دیا جائے گا (مسلم)۔

(ماہنامہ ترجمان القرآن، مارچ ۱۹۹۴ء)

❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شبِ قدر کی عظمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باسمہ

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ۝ (القدر ۹۷: ۱-۵)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تم کیا جانو کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوعِ فجر تک۔

سورۂ قدر وہ سورہ ہے جس میں شب قدر کی نسبت سے قرآن مجید کا مقام، اس کی عظمت اور اس کی اصل حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سورہ سے قبل، سورۂ علق میں پہلی وحی کے نزول کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی رات کے وقت اور فجر سے کچھ قبل نازل ہوئی۔ اس سورہ میں جب بات شروع ہوتی ہے تو یہ نہیں فرمایا کہ کیا چیز اتاری ہے بلکہ یہ فرمایا گیا ہے:

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝ (القدر ۹۷: ۱)

ہم نے اس کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔

گویا کہ جو چیز اتاری گئی وہ اتنی جانی پہچانی ہے اور جس سیاق و سباق میں یہ بات ہورہی ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں یہ بات اتنی روشن اور واضح ہے کہ یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ قرآن مجید کو اتارا گیا۔ چنانچہ بہت سے ترجمہ کرنے والوں نے ترجمہ ہی اس طرح کیا ہے کہ ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے۔ اگرچہ بعض مترجمین نے ترجمے میں قرآن مجید کا لفظ تو استعمال نہیں کیا ہے لیکن اس بات کو واضح کیا ہے کہ 'اس' سے اشارہ قرآن مجید کی طرف ہے، جس کا تذکرہ پچھلی سورت' (سورۃ العلق) میں ہو چکا ہے۔ یہ بات بھی قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر بیان ہوئی ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو رمضان المبارک کے مہینے میں اتارا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرۃ ۲:۱۸۵) ''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا''۔ ان دونوں آیتوں کو ملا کر دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لیلۃُ القدر رمضانُ المبارک ہی کی ایک رات ہے۔ سورۃ الدخان کے آغاز میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے: وَالْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (الدخان ۴۴:۲-۳) قسم ہے اس کتابِ مبین کی کہ ہم نے اسے ایک بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ یہاں خیر و برکت والی رات سے مراد لیلۃُ القدر ہے۔

سورۃ القدر میں اِنَّا کا لفظ آغاز ہی میں جس اہتمام کے ساتھ آیا ہے اور اس میں جتنی قطعیت پائی جاتی ہے کہ بے شک ہم نے یہ کام کیا ہے، یہ دراصل اسی چیز کی طرف توجہ دلا رہا ہے قرآن مجید جس کا بار بار ذکر کرتا ہے، یعنی یہ اللہ کی کتاب ہے اور اسی کی اتاری ہوئی ہے، اس میں کسی مخلوق کا کسی قسم کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ خود اس کتاب کو لانے والے (یعنی جبریل علیہ السلام) کا اس کتاب کے مضامین اور تعلیمات میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ کسی شیطان یا کسی جن کا کوئی بس نہیں تھا کہ وہ اس میں کسی قسم کی ملاوٹ کر سکے۔ جو کتاب لوحِ محفوظ میں ہے، وہ کتاب اسی طرح لفظ بہ لفظ نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر نازل کر دی گئی تھی۔ 'اِنَّـا' کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ یہ کتاب اللہ نے اتاری ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی اپنی تصنیف کردہ نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سورہ میں لَیْلَۃُ الْقَدْرِ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ شبِ قدر ہے۔ لفظ قدر کے مفہوم کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اردو زبان میں قدر تین معنوں میں بولا جاتا ہے۔ ایک، قدرت یعنی کسی چیز پر اختیار یا طاقت رکھنا۔ دوسرا تقدیر کے معنوں میں جس کا مطلب ہے چیزوں کا منصوبہ بنانا، ان کا اندازہ اور پیمانہ مقرر کرنا اور تیسرے معنی قدر و قیمت یا کسی چیز کے مقامِ عظمت کے ہیں۔ ''قدر'' کا لفظ عربی زبان میں بھی انھی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں یہ تینوں معنی مراد ہیں۔

لہٰذا شب قدر وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے اختیار اور قدرت سے معاملات کو طے کرتا ہے۔ اگلی آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ فرشتے اس رات میں اللہ کے حکم سے ہر کام کے فیصلے لے کر اترتے ہیں۔ گویا کائنات کے دن رات کے نظام میں جو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے' اللہ نے ایک رات ایسی مخصوص کی ہے کہ جس میں سال بھر کے فیصلے اور احکامات فرشتوں کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ اور وہ رات شبِ قدر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ''آج کل'' یا ''آگے اور پیچھے'' جیسے الفاظ بے معنی ہیں۔ یہ الفاظ ہمارے جیسے انسانوں کے لیے ہیں جو آج اور کل کے چکر میں ہیں، جن کا علم اور اندازہ اسی پر مبنی ہے۔ مگر اللہ جو کہ اول بھی ہے اور آخر بھی، جس کا علم ظاہر و باطن ہر چیز پر حاوی ہے، اس کے لیے جو کچھ کل ہونے والا ہے وہ اس طرح ہے جیسے آج ہونے والا ہے۔ البتہ فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں۔ وہ عالم الغیب نہیں ہیں اور فرشتوں کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ اس کائنات میں تدبیر کرتا ہے۔ چنانچہ شبِ قدر کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ وہ رات ہے جس میں اللہ کی طرف سے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس بات کو سورۂ دخان میں یوں بیان کیا گیا ہے:

فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍo اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ (الدخان ۴۴: ۴)

یہ وہ رات تھی جس میں ہر معاملے کا حکیمانہ فیصلہ ہمارے حکم سے صادر کیا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں تیسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید کا نزول اور کائنات کے نظام کی تقدیر، تدبیر یا فیصلوں کو فرشتوں کے سپرد کیے جانے کی وجہ سے بھی اس رات کی عظمت و بزرگی اور قدر و قیمت بہت زیادہ ہے۔ انسان کی ہدایت، انسان کی تمام ضروریات، اس کی موت و حیات، رزق اور عمر کے فیصلوں کے حامل ہونے کی بنا پر یہ رات منفرد مقام رکھتی ہے۔

اس رات کی ایک منفرد خصوصیّت یہ ہے کہ اس رات کو قرآن مجید کے نزول کے لیے جو کہ سب سے بڑی حکیمانہ نعمت ہے، منتخب کیا گیا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (الدخان ۴۴:۲)

ہم نے اسے ایک بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔

اس برکت والی رات میں اللہ تعالیٰ تمام حکیمانہ امور کا فیصلہ کرتا ہے۔ اللہ کے تمام احکامات امرِ حکیم ہی ہوتے ہیں۔ لفظ حکیم کے دو معنی ہیں۔ ایک معنی حکمت والی چیز کے ہیں، دوسرے معنی یہ کہ جس کے اندر کوئی دخل نہ دے سکے اور کوئی اس سے سرتابی نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات اگر ایک طرف حکمت سے لبریز ہوتے ہیں تو دوسری طرف کسی کی قدرت اور بس میں نہیں ہے کہ وہ اس کے احکام سے سرمو تجاوز کر سکے یا ان سے باہر نکل سکے۔ قرآن مجید اس کی حکمت کا شاہکار ہے جو اس نے اس رات میں نازل کیا۔

یہاں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ پوری کائنات ایک مربوط نظام کے تحت چل رہی ہے۔ اللہ ربُّ العزت جیسی حکیم ہستی اس نظام کو چلا رہی ہے۔ اس چھوٹی سی آیت میں نظامِ کائنات کے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جس کے تحت قرآن مجید کا شبِ قدر میں نزول ہوا۔ قرآن مجید کا لوحِ محفوظ میں محفوظ ہونا، اس کا نزول، وحی کی نوعیت وغیرہ ایسے معاملات ہیں جن پر قرآن مجید اور وحی کا پورا انحصار ہے۔ یہ کائنات کے نظام کے ایسے اسرار و رموز ہیں کہ ان کی ابجد سے بھی انسان پوری طرح واقف نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے فہم سے بالاتر ہیں۔

کائنات کو جاننا ایک مشکل امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات کے چھپے ہوئے نظام کو سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے، جو نظام نگاہوں کے سامنے ہے وہ بھی پوری طرح انسان کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ جدید فلکیات کی رو سے ۹۰ فی صد کائنات، ستارے اور سیارے وغیرہ انسان کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ انسان انھیں دیکھ نہیں سکتا۔ کائنات میں بلیک ہول (black hole) نام کی چیز پائی جاتی ہے جسے انسان صرف فارمولے، کلیات اور اعداد و شمار ہی سے جان سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کو دیکھنے یا جاننے کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ انسان اگر یہ جاننا چاہے کہ زمین کے اندر ایک میل تک کیا کیا چیزیں پائی جاتی ہیں تو وہ یہ جاننے سے بھی قاصر ہے۔ انسان ابھی تک یہ نہیں جان سکا کہ اس کرۂ ارض کے اندر زیرِ زمین کیا کچھ چھپا ہوا ہے۔ پوری کائنات کے اسرار و رموز کو جاننا تو بہت بڑی بات ہے۔ کائنات ایک طرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کی امین ہے تو دوسری طرف انسان کی بے بسی کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ کتنا مجبور اور بے بس ہے۔

کائنات کے اسرار و رموز میں سے ایک نزولِ وحی بھی ہے۔ وحی کیا ہے؟ یہ کس طرح نازل ہوتی ہے؟ اس کو جاننا انسان کے بس سے باہر ہے۔ اس لیے کہ انسان کو نہ اس کا تجربہ ہے اور نہ انسانی علوم میں سے کوئی علم ہی ایسا ہے کہ جس کے ذریعے انسان وحی کے بارے میں جان سکے۔ یہ تو صرف انبیا پر نازل ہوتی تھی اور صرف اللہ کے حکم سے نازل ہوتی تھی۔ البتہ نزولِ وحی کے حوالے سے کچھ اشارے ملتے ہیں جن کے ذریعے اس کے بارے میں جانا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں 'روح' کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس سورہ میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ 'روح' سے مراد روح الامین، حضرت جبریل علیہ السلام بھی ہیں اور یہ لفظ وحی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مشرکینِ مکہ سوال کرتے تھے کہ روح کون ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمایا: کہ ''آپ ﷺ کہہ دیں کہ یہ امر ربی یعنی وحی ہے۔ مگر تم کو اس کے بارے میں بہت کم علم دیا گیا''۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاًo (بنیٓ اسرآئیل ۱۷:۸۵) یہ لوگ تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو یہ روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے، مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ (حصّہ) پایا ہے۔

لَیْلَۃُ الْقَدْر وہ رات ہے جب ملائے اعلیٰ کا زمین کے ساتھ ربط قائم ہوا۔ خدائے لامکاں جو کہیں نہیں ہے، جو انسانوں کی طرح کلام نہیں کرتا، اس کی کوئی مخصوص زبان نہیں، وہ کسی خاص مقام پر موجود نہیں مگر ہر جگہ موجود ہے اور جس کی مثل کوئی شے نہیں، اس نے اپنے ایک ایسے بندے سے کلام کیا جو اس کی مخلوق ہے۔ یہ واقعہ اپنی جگہ ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔ ہزارہا برس سے سوچنے والے مفکرین، فلسفی اور مفسرین اس بات میں سرگرداں ہیں کہ خدا کا اپنے بندے سے ہم کلام ہونا، وحی اور روح کا نزول ہونا، آخر اس کی حقیقت کیا ہے؟ اسی بات کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورۂ قدر کی ابتدائی آیت میں اس طرح سے دیا کہ ہم نے اس قرآن کو لَیْلَۃُ الْقَدْر میں نازل کیا جو رمضان المبارک کی ایک رات تھی۔

لَیْلَۃُ الْقَدْر میں نزولِ قرآن سے کیا مراد ہے؟ یہ بات سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے ۲۳ برس میں مکمل کتاب کی شکل میں نازل ہوا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شبِ قدر میں اس کے نازل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس حوالے سے مفسرین نے مختلف توضیحات کی ہیں۔ بعض کے خیال میں اللہ تعالیٰ نے اس رات پورے قرآن مجید کو لوحِ محفوظ سے اتار کر فرشتوں کے سپرد کر دیا اور پھر وہ اللہ کے حکم کے تحت، مختلف مواقع کی نسبت سے، اسے زمین پر لے کر اترتے رہے۔ دیگر مفسرین کی رائے میں یہ وہ رات ہے جب قرآن کے نزول کا آغاز ہوا۔ یہ بات زیادہ واضح اور حقیقت کے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر والی رات میں قرآن کو نازل کرنا شروع کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَآ اَدْرٰكَ مَالَيْلَةُ الْقَدْرِo(۹۷ : ۲)

اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے؟

اس آیت کے لغوی معنی کیے جائیں تو وہ یہ ہوں گے کہ ''کیا چیز ہے جس نے تم کو یہ سمجھ دی ہے کہ لَيْلَةُ الْقَدْر کیا ہے؟'' اس کا سیدھا سادا مفہوم جو مفسرین نے لیا وہ یہ ہے: ''کہ تم نے کیا سمجھا کہ یہ شبِ قدر کیا ہے چیز ہے؟'' میرے خیال میں اس آیت کا مفہوم اس وقت بہ خوبی واضح ہو جاتا ہے جب ہم اردو محاورے کے تحت یہ کہتے ہیں کہ: ''تمھیں کیا پتا کہ شبِ قدر کیا ہے؟''

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں دو چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس رات کا مقام اس کی عظمت اور اس رات میں وحیِ الٰہی کے نزول کا واقعہ انسانی ادراک سے بالاتر ہے۔ دوسرا اشارہ دراصل شوق دلانے کے لیے ہے کہ کیا تمھیں کچھ پتا بھی ہے کہ شبِ قدر کیا چیز ہے؟ گویا کہ اس بات کی ترغیب دلائی جا رہی ہے کہ اس رات کی قدر و قیمت اور عظمت و مقام کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍo(القدر ۹۷ : ۳)

شبِ قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لَيْلَةُ الْقَدْر کے لفظ کو دہراتے ہوئے فرمایا: ''شبِ قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔'' اگر یہاں صرف خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ''یہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے'' کہا جاتا تو تب بھی عربی زبان کے اصولوں کے مطابق بات مکمل ہو جاتی۔ لَيْلَةُ الْقَدْر کے لفظ کو بار بار دہرانے کی اس حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دراصل اس رات کی عظمت کی طرف اشارہ ہے۔ درحقیقت اس رات کی عظمت اور مقام کو اجاگر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے لَيْلَةُ الْقَدْر کے لفظ کو تین مرتبہ لایا گیا ہے۔

ہزار مہینوں کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے مگر اس میں صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات وہی ہے جو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ دراصل عربی زبان میں کسی چیز کی کثرت اور بہت بڑی تعداد کو ظاہر کرنے کے لیے ''الف'' (ہزار) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے یہاں ہزار مہینے سے مراد ایک ہزار مہینے نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ رات ہزار ہا مہینوں اور سالوں سے بہتر رات ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ رات کن معنوں میں ہزار مہینوں سے بہتر ہے؟ اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ''خیر'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مفسرین کے مطابق اس رات میں خیر کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ اس رات میں کی جانے والی عبادت اپنے اجر و ثواب اور درجات کے لحاظ سے اللہ کے ہاں ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ برتر اور افضل ہے۔ یہ بات حدیث میں بھی آئی ہے: جس نے لَیْلَۃُ الْقَدْر میں ایمان اور احتساب کے ساتھ قیام کیا' اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو لَیْلَۃُ الْقَدْر کے خیر سے محروم رہا وہ درحقیقت بہت بڑے خیر سے محروم رہا۔ ان احادیث کی روشنی میں خیر کا ایک پہلو یہ اجاگر ہو کر سامنے آتا ہے کہ اس رات میں عبادت کرنا، اللہ کا ذکر کرنا، اس کے حضور قیام کرنا اور سجدہ ریز ہونا' تلاوتِ قرآن پاک کرنا' اپنے گناہوں پر گڑگڑانا، توبہ و استغفار کرنا اور اس سے دعائیں مانگنا ایسی چیز ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

ایک روایت کے مطابق جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کے اعمال دیکھے تو سابقہ انبیاء کے امتیوں کی عمریں طویل ہونے کی بنا پر بہت زیادہ تھے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ میرے امتیوں کی عمریں تو بہت چھوٹی ہیں، یہ اپنے اجر میں ان تک کہاں پہنچ پائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے لَیْلَۃُ الْقَدْر جیسی عظیم نعمت بطور انعام مرحمت فرمائی۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے کم اعمال پر اور کم وقت میں، اس امت کے لیے اتنا اجر اور برکت رکھ دی ہے جو دوسری امتوں کے حصّے میں نہیں آئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مزدور کو کسی کام کی مزدوری کے لیے فجر کے وقت سے لے کر ظہر کی نماز تک کے لیے رکھا اور اس سے مزدوری طے کی۔ اس نے جب کام مکمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مزدوری اسے دے دی۔ اس کے بعد ایک دوسرے مزدور کو عصر تک کے لیے رکھا اور کام مکمل ہونے پر اسے بھی مزدوری دے دی اور وہ بھی فارغ ہو گیا۔ اس کے بعد ایک تیسرا مزدور عصر سے مغرب تک کے لیے رکھا مگر اس سے جو مزدوری طے کی وہ پہلے دونوں مزدوروں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اس نے جب کام پورا کر لیا تو اسے بھی مزدوری دے دی گئی۔ اس پر پہلے دو مزدوروں نے آ کر شکایت کی کہ آپ نے ہم سے کام تو زیادہ لیا مگر مزدوری کم دی۔ حدیث کے مطابق اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کیا میں نے وہ پورا نہیں کیا؟ وہ جواب دیں گے کہ آپ نے وعدہ تو پورا فرما دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ بس پھر تمھارے پاس شکایت کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پہلی مثال یہودیوں کی ہے، دوسری عیسائیوں کی اور تیسری میری امت کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک میں ایک نفل فرض کے برابر ہوتا ہے اور ایک فرض پر ۷۰ فرضوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح جمعہ اور دیگر عبادات کے اجر و ثواب میں اضافے کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ رات اس لحاظ سے ہزاروں مہینوں اور برسوں سے بہتر ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے وہ کتاب اور ہدایت نازل فرمائی جس نے آنے والے ہزاروں برسوں کے لیے انسان کا مقدر متعین کر دیا۔ مختلف قوموں، نسلوں اور تہذیبوں کی تقدیریں طے ہو گئیں۔ کس کو کیا ملنے والا ہے، یہ طے کر دیا گیا۔ اخلاق، اقدار، احکام اور شریعت کے حوالے سے اس کتاب کے ذریعے جو کچھ عطا کیا گیا، یہ وہ کام تھا جو ہزاروں برسوں میں بھی نہیں ہو سکتا تھا، صرف اس ایک رات میں انجام پا گیا۔ قرآن مجید کا نازل ہونا ایک ایسا ہی کام ہے، اس کے ذریعے انسانی تاریخ میں جو تغیر و تبدل اور انقلاب آیا وہ اتنا عظیم الشان واقعہ ہے کہ اتنا بڑا اور عظیم الشان کام ہزاروں مہینوں میں بھی سرانجام نہیں پا سکتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا جو کہ صرف اس ایک رات میں انجام پا گیا۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ قف هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (القدر ۹۷:۴۔۵)

فرشتے اور روح اس (رات) میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک۔

ان آیات کو دو طرح سے پڑھا جا سکتا ہے۔ ایک انداز اس طرح سے ہو سکتا ہے: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ قف هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ ''یہ وہ رات ہے جس میں فرشتے اور روح اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کا حکم لے کر۔ اور یہ سراسر سلامتی کی رات ہے جو فجر تک رہتی ہے''۔ اسی آیت کی تلاوت کا دوسرا انداز اس طرح سے ہوگا: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ قف هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ ''یہ وہ رات ہے جس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے اذن سے اترتے ہیں ہر کام کا حکم لے کر سلامتی کے ساتھ۔ یہ رات فجر کے طلوع ہونے تک باقی رہتی ہے''۔ ان آیات کے مختلف انداز میں تلاوت کرنے سے آیت کے مفہوم میں کوئی تضاد واقع نہیں ہوتا' مطلب ایک ہی رہتا ہے۔ البتہ دو مختلف پہلو کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

پہلی بات یہاں یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ روح اور فرشتے اللہ کے حکم سے اترتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے تَنَزَّلُ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ تَتَنَزَّلُ کا مخفف ہے۔ اس کے اصل معنی ہجوم کے ہیں۔ گویا فرشتوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جو اس رات میں اترتی ہے اور رات بھر فرشتوں کا آسمان سے زمین کی طرف آنا جانا رہتا ہے۔

اس آیت میں ایک اور لفظ ''روح'' استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ''روح'' کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک معنی تو انسانی روح کے ہیں جس سے زندگی اور حیات انسانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وابستہ ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے ایک پھونک کی طرح کہا ہے: وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي (الحجر ۱۵:۲۹) ''میں نے جسدِ انسانی میں اپنی روح پھونک دی''۔

روح کا لفظ جبریل امین علیہ السلام کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے جو کہ وحی کو لے کر نازل ہوئے۔ اسی بنا پر بہت سے ترجموں میں اس لفظ کا ترجمہ جبریل امین علیہ السلام ہی کیا گیا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو قطعی طور پر اس بات کو متعین کر دے کہ یہاں اس لفظ کے معنی جبریل امین علیہ السلام کے ہیں۔ اس کا مطلب جبریل امین علیہ السلام بھی ہو سکتا ہے اور دوسرے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ جہاں اس لفظ سے جبریل امین علیہ السلام مراد ہیں، وہاں قرآن نے اس لفظ کی تصریح کر دی ہے: نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ (الشعراء ۲۶:۱۹۳-۱۹۴)، ''اسے (قرآن) لے کر تیرے دل پر امانت دار رُوح (جبریل علیہ السلام) اتری ہے۔ یہاں پر روح 'الامین سے واضح طور پر مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ لیکن اس جگہ پر تصریح نہیں کی گئی ہے بلکہ صرف اتنا فرمایا گیا ہے کہ فرشتے اور روح اترتے ہیں۔

قرآن مجید میں ''روح'' کا لفظ ''وحی'' کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا (الشوریٰ ۴۲:۵۲) ''اور اسی طرح (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمھاری طرف وحی کی ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی روح کا لفظ وحی کے لیے استعمال کیا ہے وہاں پر اپنے ''امر'' کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ مثلاً وہ جانتا ہے کہ روح کو کہاں اتارے یا جس بندے پر چاہتا ہے اپنی روح کو اتارتا ہے۔ ان تمام جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے مِنْ أَمْرِهِ، مِنْ أَمْرِ رَبِّي، مِنْ أَمْرِنَا، جیسے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ اس نے اپنے 'امر'' کا لفظ ساتھ ساتھ استعمال کیا ہے۔

گویا اگر ''روح'' سے مراد فرشتے ہیں تو یہ وہ رات ہے جس میں فرشتے اور جبریل امین علیہ السلام اللہ کی اجازت سے زمین پر اترتے ہیں۔ اگر ''روح'' سے مراد ''وحی'' لیا جائے تو اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے معنی یہ ہوں گے کہ فرشتے وحی لے کر اپنے رب کے حکم سے اس رات میں اترتے ہیں۔ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ میں فرشتے اترتے ہیں یا روح الامین اللہ کے حکم سے اترتے ہیں' اصل بات یہ ہے کہ یہ رات ملائکہ اور وحی' دونوں کے نور سے جگمگاتی ہے اور روشن ہوتی ہے۔

اگر غور کیا جائے تو یہاں ''روح'' کا لفظ وحی کے لیے اس لیے بھی استعمال ہوا ہے کہ وحی اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فعل ہے جس کی پوری حقیقت، انسانی ادراک اور فہم سے باہر ہے۔ البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وحی کے ذریعے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں اور مردہ قومیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ جس طرح وحی (امر ربی) کے ذریعے آسمان سے بارش برستی ہے، جسم میں روح پھونک دی جائے تو مردہ جسم کھڑا ہو جاتا ہے، اسی طرح دل بھی زندہ ہو جاتے ہیں، قومیں بھی زندہ ہو جاتی ہیں، اخلاق بھی زندہ ہو جاتے ہیں اور روح جو مردہ ہو چکی ہو وہ بھی زندہ ہو جاتی ہے۔ یہ وحی ہی ہے جس کے ذریعے معمولی درجے لوگ بڑے بڑے لوگ بن جاتے ہیں۔ ان میں ایسی زندگی پھونک دی جاتی ہے کہ بدو' کاشت کار اور تاجر' دنیا کے بہترین حکمران' کمانڈر اور عالم فاضل بن کر ساری دنیا پر چھا جاتے ہیں۔

وحی کی کیفیت انسانی روح جیسی ہے کہ جب تک جسم میں روح موجود ہو' انسان زندہ رہتا ہے۔ جب روح جسم سے نکل جائے تو ہاتھ پاؤں اور آنکھ' ناک' کان تو ویسے ہی رہتے ہیں مگر جسم بے حس ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جو فرد یا قوم اس وحی کو قبول کر لے اور اپنے اندر جذب کر لے تو وہ زندہ ہو جاتی ہے۔ اللہ کے انعام و اکرام اور اجر کی مستحق ٹھیرتی ہے اور جو اسے قبول نہ کرے وہ اس سے محروم ہو جاتی ہے۔ دراصل وحی وہ چیز ہے جو کسی قوم کے اندر ایسی روح پھونک دیتی ہے جس سے وہ مُردہ قوم ایک زندہ قوم بن جاتی ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا ؎

زندگانی رابقا از مدعا ست

(زندگی تو تب زندگی ہے جب اس کے سامنے کوئی مقصد ہو)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی معاملہ قوموں کی زندگی کا ہے۔ قوموں کی زندگی مقصد سے وابستہ ہوتی ہے۔ صرف افراد سے چلتے پھرتے انسانوں سے سڑکوں اور کارخانوں کی تعمیر سے، قوموں کی زندگی باقی نہیں رہتی۔ قوموں کے سامنے جب کوئی مقصد ہوتا ہے تو وہ زندہ تصور کی جاتی ہیں۔ وحی کسی قوم کو ایک مقصد سے آشنا اور معمور کر دیتی ہے۔

اس رات کی ایک خصوصیّت اور بھی ہے جس سے اس کے ہزار مہینے سے بہتر ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اس رات میں نزول قرآن کا آغاز ہوا اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات نازل فرمائیں جنھیں جبریل امین علیہ السلام اپنے رب کے اذن سے لے کر آتے ہیں۔ اذن کا لفظ استعمال کر کے یہاں ایک اور لطیف بات مزید کہہ دی گئی ہے۔ اذن کے معنی صرف حکم کے نہیں ہیں' اجازت کے بھی ہیں۔ اجازت مانگنے پر دی جاتی ہے' خود بخود نہیں مل جاتی۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فرشتے خود اس بات کے مشتاق ہوتے ہیں کہ انسانوں کے پاس جائیں۔ جب انھیں اجازت دی جاتی ہے تو وہ اس رات میں آسمان سے زمین پر جوق در جوق نازل ہوتے ہیں۔ زمین و آسمان فرشتوں سے بھر جاتے ہیں۔ وہ انسانوں تک اللہ کا کلام اور پیغام پہنچاتے ہیں جو سلامتی کا پیغام ہے' دل کی سلامتی' گھروں کی سلامتی' قوم اور تہذیب و تمدن کی سلامتی۔ ایک روایت کے مطابق فرشتے گلیوں اور راستوں میں ایسے لوگوں کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں جو اللہ کی یاد میں مشغول ہوں۔

قرآن مجید میں جنت کے حوالے سے بھی فرشتوں کا ذکر بہت واضح الفاظ میں ملتا ہے، وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (الرعد ۱۳:۲۳۔۲۴) ''ملائکہ ہر طرف سے ان کے استقبال کے لیے آئیں گے اور ان سے کہیں گے: ''تم پر سلامتی ہو''۔ اس طرح جنت کے ہر دروازے سے فرشتے اہلِ جنت کے سامنے آتے ہیں اور انھیں سلامتی کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دُنیا کے حوالے سے بھی کہا گیا ہے کہ فرشتے' ان مومنین مردوں اور عورتوں کے لیے جو اخلاص اور دیانت کے ساتھ اللہ کی راہ پر چل رہے ہوں' استغفار کی دعا کرتے ہیں۔ قرآن کے مطابق فرشتے ان لوگوں کے ساتھی' مددگار اور ہمراہ ہوتے ہیں جو ''وحی'' کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ بات بھی قرآن مجید میں مختلف مقامات پر کھول کر بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (حٰمٓ السجدۃ ۴۱: ۳۰۔۳۱)

''جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی''۔

گویا جو لوگ رب پر ایمان لائیں اور اس پر استقامت کے ساتھ جم جائیں، ان پر فرشتے اترتے ہیں اور ان کو خوف اور ڈر سے محفوظ رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس بات کا تذکرہ بھی ہے کہ جب انسان مرنے لگتا ہے' یعنی موت کے وقت بھی فرشتے اسی طرح اترتے ہیں۔ حق و باطل کا اگر کوئی معرکہ پیش آ جائے جیسا کہ غزوۂ بدر کے موقع پر پیش آیا، تو قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے کہ اس موقع پر بھی فرشتے اترتے ہیں اور دلوں کی طمانیت اور سکینت اور حوصلوں کو بلند کرنے کی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ بعض روایات کے مطابق لڑائی میں حصّہ بھی لیتے ہیں۔

دراصل فرشتوں کا نزول ''وحی'' کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ اس میں تسکین و تسلی کا سامان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ہے اور اس رات کی عظمت کا بیان بھی۔ ''روح'' سے جبریل امین علیہ السلام مراد لیا جائے یا وحی، جو کہ جبریل امین علیہ السلام لے کر آتے ہیں، دونوں صورتوں میں اس سے لَیْلَۃُ الْقَدْرِ کا مقام اور اس کی عظمت اجاگر ہوتی ہے۔ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ o سَلٰمٌ میں اگر مِنْ کُلِّ اَمْرٍ کو پہلے حصّے کے ساتھ ملایا جائے، جس کو میں ترجیح دیتا ہوں، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ فرشتے اور روح اس رات میں اللہ کے اذن سے اترتے ہیں اور ان تمام کاموں کے فیصلے لے کر اترتے ہیں جو اللہ نے صادر کرنا ہوتے ہیں۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ جہاں بھی وحی کا لفظ آیا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کا ذکر بھی کیا ہے۔ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف ۷:۵۴) ''تخلیق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے''۔ یہاں ایک اہم نکتہ قابلِ غور ہے اور وہ یہ کہ خدا کے بارے میں یہ عقیدہ تو بہت عام ہے کہ انسان کو خدا نے پیدا کیا ہے لیکن یہ عقیدہ کہ اس کائنات میں صرف اسی کا حکم چلتا ہے، جو کچھ پیش آتا ہے صرف اسی کے حکم سے پیش آتا ہے، یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ o (السجدۃ ۳۲:۵) ''وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے''، سارے معاملات وہی طے کرتا ہے، وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ o (البقرہ ۲:۲۱۰) ''آخر کار سارے معاملات پیش تو اللہ ہی کے حضور ہونے والے ہیں''، عرش جو کائنات کا مرکزِ سلطنت ہے، اس پر وہی قائم ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (یونس ۱۰:۳) ''پھر وہ تختِ سلطنت پر جلوہ گر ہو کر کائنات کا نظام چلا رہا ہے''، یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کو انسان کی زندگی میں ایک جیتی جاگتی حقیقت بنا کر زندہ رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ جہاں نے تاج محل بنایا۔ اس سے کوئی تعلّق ہماری زندگی کا نہیں ہے۔ شاہ جہاں کو تو اتنا خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے کہ اس نے دنیا کا ایک عجوبہ، تاج محل بنایا تھا حالانکہ ہماری عملی زندگی میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی عقیدہ صرف اتنا ہی ہو کہ اس نے اس دنیا کو بنایا ہے اور وہ اس کا خالق ہے تو یہ بات خلافِ حقیقت ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید جہاں بھی تقویٰ کا ذکر کرتا ہے وہاں اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات کی وضاحت بھی کرتا ہے کہ: ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (یونس ۱۰:۳) ''پھر وہ تخت سلطنت پر جلوہ گر ہو کر کائنات کا نظام چلا رہا ہے''۔ وہ کاموں کی تدبیر کر رہا ہے۔ سارے کام اسی کے حکم سے انجام پا رہے ہیں۔

سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ o (القدر ۹۷:۵)

وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوعِ فجر تک۔

عربی زبان میں الفاظ تین حروف سے مل کر بنتے ہیں۔ سَلٰمٌ کا لفظ تین حروف س، ل اور م سے مل کر بنا ہے۔ اس کے معنی امن، سلامتی اور حفاظت کے ہیں۔ اسی سے لفظ ''اسلام'' بنا ہے۔ دونوں لفظ گرامر کی رُو سے ایک ہی مادے سے بنے ہیں۔ اسلام کے معنی اپنے آپ کو اللہ کے آگے ڈال دینا اور اس کے سپرد کر دینا ہے۔ انسانی زندگی کے لیے سلامتی اور امن اسی بات میں پوشیدہ ہے۔

قرآن مجید کے نزول کے لحاظ سے سَلٰمٌ کے ایک معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ یہ وہ رات ہے جس میں قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے ہیں اور قرآن کی حفاظت اور تحفظ کا نظام مکمل طور پر موجود ہے اور اس میں کوئی تغیّر و تبدل یا تحریف کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔ یہاں یہ بات ایک لفظ سَلٰمٌ میں کہہ دی گئی ہے۔ چونکہ یہ ایک چھوٹی سورت ہے اس لیے یہاں بات تفصیل اور تطویل سے نہیں کی گئی بلکہ اجمال و اختصار کو پیش نظر رکھا گیا ہے، مگر دیگر مقامات پر یہ بات تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ لَا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ o (الواقعۃ ۵۶:۷۹) ''جسے (قرآن کو) مطہرین کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا''۔ یعنی سوائے پاکیزہ لوگوں کے کوئی اس کلام کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اس رات میں اگر شیطان مداخلت کرنا چاہیں تو انھیں شہاب ثاقب مارے جاتے ہیں۔ وہ اللہ کے احکام میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتے اور سن گن تک حاصل نہیں کر سکتے۔ اس بنا پر وحی الٰہی بالکل محفوظ ہے۔ کوئی اس میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ o مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَھَّرَۃٍ o (عبس ۸۰:۱۳۔۱۴) ''یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو مکرم ہیں، بلند مرتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں، معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں''۔ گویا درمیان میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ رسول کریم ﷺ نے اسے خود تخلیق کیا ہے یا کسی اور نے اس میں کوئی ردوبدل کر دیا ہے۔ گویا وحی، اللہ کا کلام ہے اور اس کی حفاظت کا مکمل اہتمام کیا گیا ہے۔ کوئی اس میں ردوبدل نہیں کر سکتا۔

اس آیت کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس رات میں اللہ کی طرف سے جو فیصلے کیے جاتے ہیں، وہ سراپا سلامتی و امن ہوتے ہیں۔ ان فیصلوں میں قوموں کو عذاب دینا، زندگی اور موت کا فیصلہ کرنا اور رزق کو گھٹانے بڑھانے کے فیصلے بھی شامل ہوتے ہیں جو کہ بظاہر خیر اور امن کے فیصلے نہیں ہوتے۔ اس بات کا جواب چھٹے کلمے میں اس طرح سے دیا گیا ہے کہ خیر اور شر کی قدرت صرف اللہ کے پاس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کے مجموعی نظام میں بظاہر فیصلہ کیسا ہی ہو، اس میں اللہ کی طرف سے سلامتی اور بہتری ہی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ قوموں پر عذاب کے فیصلوں کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بھی اللہ کی طرف سے اس قوم کے لیے رحمت اور اس کے عدل کی نشانی ہوتے ہیں۔ اگر ظالموں کی گرفت نہ کی جائے اور ان کا خاتمہ نہ کیا جائے تو یہ عدل و انصاف کے خلاف ہوگا۔ اس کے نتیجے میں امن و سلامتی خطرے میں پڑ جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اسی لیے ظالموں کی جڑ کاٹ دی جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ط وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o (الانعام ۶:۴۵) ''ظالم قوموں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ ہزار ہزار شکر ہے اللہ کا جو ربُّ العالمین ہے''۔ یہ ایک قسم کی سلامتی ہے جو اللہ کی طرف سے انسانوں پر اتاری جاتی ہے۔ پھر وہ چیز جو اس رات میں اتاری گئی ہے یعنی قرآن جس کا ابتدائی آیت میں ذکر کیا گیا ہے، یہ وہ چیز ہے جو انسانوں کی زندگی، فکر، تہذیب و تمدن اور نظامِ فکر و عمل کے لیے سراسر سلامتی ہے۔ گویا اس رات میں جو کام یا فیصلے ہوتے ہیں، وہ سلامتی پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ رات بھی اپنی جگہ سلامتی کی رات ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِo(۹۷:۵)

یہ رات طلوع فجر تک رہتی ہے۔

یہ وہ وقت ہے جب تہجد اور سحری کا وقت ختم ہوتا ہے، صبح کاذب ہوتی ہے اور پو پھوٹتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح طور پر متعین ہوگئی کہ یہ رات فجر کے وقت تک باقی رہتی ہے۔

ایک اور پہلو جس کا آیت کی تفسیر سے بظاہر کوئی تعلّق نہیں لیکن اپنی جگہ وزن رکھتا ہے، یہ ہے کہ اس رات میں جو فیصلے کیے جاتے ہیں، وحی اتار کر انسان کو جس ہدایت سے نوازا گیا اور سلامتی کا جو نظام دیا گیا، یہی وہ چیز ہے جس سے انسان کو صبح کی روشنی نصیب ہوتی ہے۔ یہاں صبح سے میری مراد سورج کا طلوع ہونا نہیں ہے بلکہ وہ صبح ہے جو ظلم کی اندھیری رات کے بعد امن وسکون، سکھ چین اور عدل وانصاف کو لے کر طلوع ہوتی ہے۔ گویا یہ روشنی مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں زندگی اور امید کا پیغام لے کر نمودار ہوتی ہے۔

روشنی اور تاریکی کا یہ مفہوم براہِ راست تفسیر کے دائرے میں تو نہیں آتا مگر ذہن اس طرف بھی جاتا ہے کہ اس رات میں انسان کو جو ہدایت، کتاب اور روشنی دی گئی وہ انسان کے لیے صبح ہے۔ اس کے نتیجے میں ہی انسانیت کو امن، چین، سکھ، تہذیب وتمدن، آزادیِ فکر، ضمیر کی آزادی اور حقیقی آزادی نصیب ہوئی۔

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ کون سی رات ہے؟ اس کے متعلّق بہت سی روایات ملتی ہیں۔ البتہ اس حد تک بات یقینی ہے کہ یہ رمضان المبارک کی ایک رات ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن مجید رمضان میں نازل ہوا اور شبِ قدر میں نازل ہوا۔ بعض علما کے نزدیک یہ رمضانُ المبارک کی پہلی رات ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ۱۷رمضان کی رات ہے۔ اس لیے کہ یہ غزوۂ بدر کا دن ہے۔ ایسی احادیث بھی ملتی ہیں جن کے مطابق یہ آخری عشرے کی کوئی ایک رات یا کوئی طاق رات ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اس رات کو بھی اسی طرح چھپا دیا جس طرح اس نے اپنی اطاعت کو بہت سے نیک کاموں میں چھپا دیا تا کہ آدمی ہر نیک کام کرے۔ اپنے غضب کو بہت سے گناہوں میں چھپا دیا تا کہ آدمی ہر گناہ سے بچے۔ اپنے اسم اعظم کو اپنے سارے ناموں کے اندر چھپا دیا تا کہ آدمی اس کے سارے نام لے۔ اسی طریقے سے اس نے اس رات کو بھی چھپا دیا تا کہ آدمی ہر رات کو اس کے حضور کھڑا ہو، ہر رات کو جستجو اور کوشش کرے تا کہ وہ اس رات کو پا سکے۔ اس رات کی عبادت، اس کے نور اور اس رات میں جو کام انجام پایا ہے، اس سے واقف ہو سکے۔

ہمارے لیے اس میں یہ سبق ہے کہ آج دنیا مادیت کا شکار ہو چکی ہے، سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں بے شمار ترقی ہوئی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ زمانہ بہت تیز ہو گیا ہے۔ جو فاصلے پہلے برسوں میں طے ہوتے تھے وہ اب منٹوں اور سیکنڈوں میں طے ہوتے ہیں۔ جو آواز کہیں نہیں پہنچ پاتی تھی وہ اچانک ہزاروں میل کا سفر طے کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا بہت آگے بڑھ رہی ہے۔ لیکن فی الواقع اس صدی میں اخلاق، روح اور اقدار کی جو موت ہوئی ہے اس کی وجہ سے دنیا کی تاریخ میں یہ صدی سب سے زیادہ خون ریز صدی ہے۔ اس صدی میں انسان کا اتنا خون بہا ہے کہ جس کی کوئی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ خون عصبیت، نسل اور رنگ کے نام پر، مال و دولت اور دنیا کی بین الاقوامی مارکیٹوں پر قبضہ جمانے کے لیے اور کمزور قوموں کو کچلنے کے لیے بہایا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں انسانی زندگی عدم سکون کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔

ایک نو مسلم، محمد اسد جو یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے اور انھوں نے بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں، اپنے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے۔ لکھتے ہیں کہ وہ برسوں مسلم ممالک میں پھرتے رہے، اسلام کو سمجھ بھی لیا اور اس کے قائل بھی ہو گئے مگر مسلمان نہ ہوئے۔ ایک دن وہ برلن میں بس میں سفر کر رہے تھے۔ دورانِ سفر انھوں نے مسافروں کے چہروں کے تاثرات کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائزہ لیا تو انھیں یوں محسوس ہوا کہ جیسے ہر شخص کے چہرے پر ایک قسم کی آگ، تپش، سوزش اور جلن ہے۔ ہر شخص بے چین اور مضطرب نظر آ رہا تھا۔ گھر جا کر انھوں نے قرآن مجید کھولا تو پہلی آیت یہ نظر آئی: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ o حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ o (التکاثر ۱۰۲:۱۔۲) ''تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دُھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ یہاں تک کہ تم لبِ گور تک پہنچ جاتے ہو''۔ گویا کثرت کی ہوس کہ یہ بھی ہو جائے اور وہ بھی ہو جائے، اس نے تم کو غافل کر دیا ہے اور اب تم اپنی آنکھوں سے جہنّم کو دیکھ لو گے۔ اس طرح سے انھیں احساس ہوا کہ ہوس پرستی کی وجہ سے لوگ کس طرح بے چینی اور اضطراب کے جہنّم میں جل رہے ہیں اور ان کی زندگی سکون سے محروم ہے۔ یہ واقعہ ان کے قبول اسلام کا باعث بنا۔

غور کیا جائے تو آج ہر شخص مضطرب و بے چین ہے۔ ایک جہنّم ہے کہ جو چہروں، دلوں اور زندگیوں میں بھڑک رہی ہے۔ اس کا علاج وہی سلامتی کا پیغام ہے جو شبِ قدر میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔ انسانیت کے لیے امن و چین، سکون و نجات اور بہتری اگر کسی چیز میں پوشیدہ ہے تو وہ اس کلامِ الٰہی میں پوشیدہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی نجات اور سلامتی والی رات، لیلۃ القدر میں اتارا تھا۔ امت مسلمہ کو اس کتاب کا امین بنایا گیا ہے اور یہ ذمے داری ان کے سپرد کی گئی ہے کہ وہ خود بھی اس پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں۔ یہی وہ بات ہے جو کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے جس کا کہ اس سورہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب کی قدر و قیمت کو جاننے، پہچاننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

❖ ❖ ❖

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

خرم مراد (۱۹۳۲ء _ ۱۹۹۶ء) عالم اسلام کے معروف دانش ور اور تحریک اسلامی کے ایک ممتاز رہنما تھے۔ ۱۹۵۳ء میں انھوں نے این ای ڈی انجینئرنگ کالج' کراچی سے سول انجینئرنگ میں بی ای' اور ۱۹۵۸ء میں یونی ورسٹی آف مینی سوٹا' امریکا سے ایم ایس کی ڈگریاں اعلیٰ اعزاز کے ساتھ حاصل کیں۔ بعد ازاں ۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۷ء این ای ڈی انجینئرنگ کالج میں لیکچرار رہے۔ وہ ملک کے ایک ممتاز انجینئر تھے' اور مشہور مشاورتی فرم' ایسوسی ایٹڈ کنسلٹنگ انجینئرز (ACE) میں بطور چیف انجینئر اور ڈائریکٹر ڈھاکہ' ایران اور سعودی عرب میں پیشہ ورانہ خدمات انجام دیتے رہے۔ اس ضمن میں انھوں نے برق و آب کے بڑے منصوبوں کے علاوہ' مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کی تعمیر نو میں حصہ لیا۔

سعودی عرب سے برطانیہ منتقل ہونے کے بعد ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۷ء تک وہ معروف علمی و تحقیقی ادارے دی اسلامک فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر جنرل کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ ان کی رہنمائی میں علمی ریسرچ کے کئی منصوبوں کے علاوہ ۱۰۰ سے زیادہ کتابوں کی اشاعت کا کام ہوا۔ اردو میں ان کی ۱۳۰' اور انگریزی میں ۴۰ چھوٹی بڑی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ وہ برطانیہ سے شائع ہونے والے سہ ماہی جریدے دی مسلم ورلڈ بک ریویو اور ماہنامہ ترجمان القرآن' لاہور کے ایڈیٹر بھی رہے۔